جھانسی کی رانی
نیاز فتحپوری

نیاز فتحپوری

ادارۂ فروغِ اردو لاہور

جھانسی کی رانی

ترجمہ:- نیاز فتح پوری

ادارہ فروغِ اردو لاہور

بار اوّل — دسمبر ۱۹۴۶ء — قیمت عہ ۴ر

ناشر

محمد طفیل مالک ادارہ فروغِ اردو لاہور

مطبوعہ

پی-آر-بی-ایس پریس لاہور

تمہید

برطانوی ہند کی تاریخ میں لارڈ ڈلہوزی کا زمانہ اتنا اہم زمانہ تھا اگر ہم اسے اساسِ حکومت برطانیہ سے تعبیر کریں تو غالباً غلط نہ ہوگا۔

پنجاب، برہما، سکم، ستارہ، جبلپور وغیرہ تمام ریاستیں اسی کے زمانہ میں برطانوی راج سے ملحق کی گئیں اور جھانسی کی مرہٹہ ریاست بھی اسی کے عہد میں ختم ہوئی۔

ہندوستان میں "جھانسی کی رانی" بڑا مشہور فقرہ ہے لیکن یہ کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مرہٹوں کی تاریخ میں "جھانسی کی رانی" کیا اہمیت رکھتی

تھی اور اس نے کس جرأت و ہمت سے کام لے کر اپنے آپ کو وطن پر قربان کر دیا۔

یہ ڈرامہ ایک انگریز فلپس کا کس کا لکھا ہوا ہے اور یقیناً اس میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو برطانوی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں، لیکن پھر بھی اس نے بڑی حد تک صداقت سے کام لیا ہے اور "جھانسی کی رانی" کے مردانہ عزائم کا اسے اعتراف کرنا پڑا ہے۔

اس ڈرامہ سے نہ صرف ۵۷ء کے ان واقعات پر روشنی پڑتی ہے جو ہندوستان میں برطانوی راج کے قیام کا باعث ہوئے، بلکہ راجاؤں کے ان اندرونی اختلافات کا بھی حال معلوم ہوتا ہے جو ملک کو غیر ملکیوں کے ہاتھ میں دے دینے کا بڑا اسباب تھے۔

اس ڈرامہ کے وہ حصے خصوصیت کے ساتھ بہت دلچسپ ہیں جن میں اُس عہد کے برطانوی افسران کی ذہنیت سے بحث کی گئی ہے اور اس کا آخری منظر، جس میں رانی کی زندگی کے آخری لمحات کا حال بیان کیا گیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ قابلِ مطالعہ ہے

نیاز

افرادِ تمثیل

ماما صاحب ۔ رانی لکشمی بائی کا باپ۔

نرسنگھ ۔ گنگا دھر راؤ سابق راجہ جھانسی کا دیوان۔

لالہ لاہوری مل و لالہ ٹٹی چند۔ راجہ گنگا دھر راؤ کے دو وزراء

انند راؤ۔ گنگا دھر راؤ کا متبنیٰ ولی عہد۔

راؤ آپا۔ ایک مرہٹہ خادم۔

رانی لکشمی بائی۔ راجہ گنگا دھر راؤ کی بیوہ رانی۔

گنگا بائی۔ گنگا دھر راؤ کی پہلی رانی۔

میجر ایلیس۔ ۱۸۵۳ء میں بندھیلکھنڈ کا انگریزی پولیٹیکل افسر۔

میراں بائی۔ رنواس کی رقاصہ۔

جے۔ اے ڈورین فریڈ جے ہیلیڈے ۔ ۱۸۵۲ء میں گورنر جنرل کی اگزکیٹو کونسل کے دو ممبر

جے پی گرانٹ۔ لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں گورنمنٹ آف انڈیا کا سیکرٹری

کرنل جان لو۔ ۱۸۵۴ء میں گورنر جنرل کی ایگزکٹو کونسل کا تیسرا ممبر۔

افرادِ تمثیل

ملٹری سیکرٹری - فوجی مشیر متعینہ گورنمنٹ ہاؤس کلکتہ ۱۸۵۷ء

لارڈ ڈلہوزی - ہندوستان کا گورنر جنرل (۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۶ء)

بخشش علی - ۱۸۵۷ء میں جھانسی کا داروغہ جیل۔

جمعدار لال بہادر - ہندوستانی فوج کی بارہویں رجمنٹ کے باغی سپاہیوں کا لیڈر

رسالدار لال محمد - نمبر ۱۴ بے قاعدہ رسالہ کے باغی سواروں کا لیڈر

جنرل سرہیو روز - انگریزی فوج کا سپہ سالار۔

دیگر افراد

محافظ سپاہی - پہلوان - نٹ - بھان متی - خادمائیں - اہلِ شہر - اکابرِ شہر - مرہٹہ و پٹھان سپاہی - لشکری - شاگرد پیشہ اور گورے سپاہی -

پہلا ایکٹ

سنہ ۱۸۵۳ء

پہلا منظر

۲۴ دسمبر سنہ ۱۸۵۳ء وقت سہ پہر۔ قلعہ جھانسی کے مغربی سمت رانی لکشمی بائی کا خانہ باغ ایرانی وضع کا۔ ہر طرف امن و سکون ہے۔ دو طرف قلعہ کی بلند دیوار پردہ کا کام دیتی ہے۔ تیسری طرف داہنے ہاتھ کو جہاں زمین کچھ بلند ہے املی کے درختوں کے آغوش میں راجہ کا محل ہے۔ بائیں طرف قلعہ کی دیوار کے قریب ایک زینہ ہے جو مہادیوجی کے مندر کو جاتا ہے۔ یہ مندر باغ کے بائیں سمت نظروں سے پوشیدہ قلعہ کی دیوار کی آڑ میں ہے۔ زینہ کی سیڑھیوں کا

سلسلہ مندر کے ایک گوشہ میں ختم ہوتا ہے اور یہ زینہ صرف رانی اس کی گذرگاہ ہے باغ کے وسط میں فوّارہ چھوٹ رہا ہے ایک طرف ایک خوبصورت چوبی تخت ہے جس پر ایک قیمتی زرکار شامیانہ تنا ہوا ہے۔ تخت پر نہایت بیش قیمت گدّے اور گاؤ تکیئے بچھے ہوئے ہیں تخت کے پائیں دو تین تپائیاں نظر آتی ہیں۔

رانی لکشمی بائی کا باپ ماما صاحب اور نرسنگھ وزیر اعظم بائیں طرف زینہ سے داخل ہوتے ہیں یہ دونوں ادھیڑ عمر کے ہیں۔ ماما صاحب تناور و تنومند سپاہیانہ وضع میں نظر آتا ہے۔ نرسنگھ ضعیف الجثہ ہے اور اس کی کمر کسی قدر جھکی ہوئی ہے۔ چہرہ پر ایک قسم کی متانت برستی ہے۔ دونوں شمالی ہندوستان کے ہندوؤں جیسا سفید لباس پہنے ہیں۔ سر اور پاؤں ننگے ہیں یہ مہادیوی جی کے مندر سے پوجا کر کے نکلے ہیں۔ باغ میں خراماں خراماں چلتے ہوئے کہیں کہیں رک جاتے ہیں آپس میں باتیں ہو رہی ہیں۔

ماما صاحب ۔ میں تو صاف کہتا ہوں جب تک رانی کی صحبت میں گنگا بائی

رہیگی، اُس وقت تک جھانسی راج کے متعلق ہماری کوئی تمنا پوری نہیں ہوسکتی۔ ایشور جانے وہ کونسا منحوس دن تھا جب ہم نے گنگا بائی کو لکشمی کا سہیلی بننے دیا۔ کاش میں جانتا کہ شادی بیاہ کے بعد بھی لڑکیوں کی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر گنگا بائی کا اثر نہ ہوتا تو مجال تھی کہ لکشمی مجھ سے اپنے پتا سے اس طرح پھر جاتی اور مجھ سے ایسا برتاؤ کرتی اگر مہاراجہ زندہ ہوتے تو میں لکشمی کو ٹھیک بنا دیتا۔ لیکن کیا کروں مجبور ہوں ابھی ابھی مندر میں جب ہم پوجا کر رہے تھے۔ پرماتما جانے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا راجہ جی ہمارے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔

نرسنگھ۔ بات یہ ہے کہ آج کل رانی سوگ میں ہیں اور ان کو دل بہلانے کیلئے ہر وقت سہیلیوں کی ضرورت رہتی ہے ورنہ ایسی تدبیریں کی جا سکتی تھیں کہ گنگا بائی کو اس کے میکے بھیجد یا جاتا۔

ماما صاحب۔ (اظہار تشکر کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے) لیکن اب ہم کیا کر سکتے ہیں لکشمی روز بروز ہاتھوں سے نکلتی جاتی ہے تم نے تو دیکھا

ہو گا۔ کل وُہ کتنی برہم ہوئی تھی کہ میں مہاراجہ کی وصیت کے مطابق اس کے نائب فرمانروا تسلیم کئے جانے پر کیوں زور نہیں دیتا۔ اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں نے اور وزیروں کے ساتھ سازباز کر رکھی ہے تاکہ وُہ اپنی جائز پوزیشن حاصل نہ کر سکے۔

نرسنگھ۔ عورت کے دل کی تھاہ کو پہنچنا اور ریگستان میں پانی ڈھونڈھ نکالنا دونوں برابر ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جو لوگ ریاست کے معاملات سمجھتے ہیں انہیں پر تمام انتظامات چھوڑ دیئے جائیں مگر رانی صاحبہ یہ چاہتی ہیں کہ ریاست کا تمام نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ میری سمجھ میں تو آتا نہیں۔

ماما صاحب۔ (بگڑ کر) سمجھ میں کیوں نہیں آتا یہ جو کچھ ہے سب گنگا بائی کا کیا دھرا ہے وُہ ہر وقت ملکہ وکٹوریہ اور رانی اہلیہ بائی کے گیت گاتی رہتی ہے اور جب عورتیں اپنی ہی صنف کے ہیرو اسی طرح کھڑے کرتی رہیں گی تو ہم مردوں کا خدا حافظ ہے۔

عین اسی وقت راج کے دو ادنیٰ وزیر لالہ لاہوری مل اور لالہ ٹٹی چند داہنی طرف سے نکل کر ہندوانہ طریقہ سے ماما صاحب اور نرسنگھ کو سلام کرتے ہیں یہ متمول طبقہ کے دو ادھیڑ برہمن ہیں اور سفید لباس میں ملبوس۔

لاہوری مل۔ اچھا ہوا آپ لوگ یہاں مل گئے۔ میجر ایلیس یہاں آ گئے ہیں اور قلعہ کے افسروں سے باتیں کر رہے ہیں۔ ہمارے یہاں کے جیلخانہ میں قیدیوں نے جو لگاتار ہنگامہ مچا رکھا ہے اس سے سرکار انگریزی سخت متردد ہے اور اس نے میجر صاحب کو بھیجا ہے تاکہ تفتیش حالات کر کے رپورٹ کریں۔

ٹٹی چند۔ ہم دونوں نے خیال کیا کہ یہ موقعہ اچھا ہے میجر صاحب سے معلوم کر لیا جائے کہ ہم نے کمار انند راؤ کی متبنیت تسلیم کئے جانے کے متعلق کلکتہ میں اپیل کی تھی اس کا کیا حشر ہوا۔ ہم لوگ یہی کہنے یہاں آئے ہیں

نرسنگھ۔ (خوش ہو کر) شکریہ! دونوں بھائیوں کا شکریہ!! آپ کا خیال

بہت درست ہے۔

ماما صاحب۔ (جوش کے ساتھ داہنی طرف کو ہٹ کر) اچھا تو چلو دیکھیں میجر صاحب کیا کہتے ہیں۔ اب تک کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہوگا۔

چاروں جلدی جلدی قدم بڑھا کر داہنی طرف نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ بائیں جانب سے کمار، انند راؤ ولیعہد متبنیٰ اور راؤ آپا مرہٹہ داخل ہوتے ہیں۔ انند راؤ ایک چست چالاک اور قبول صورت سات سال کا لڑکا ہے۔ سفید لباس پہنے ہے دونوں ہاتھ میں لٹھ لئے زینہ سے اُترتے ہیں۔ باغ میں داخل ہونے ہی انند راؤ کودتا پھاندتا الگ ہوجاتا ہے۔

آنند راؤ۔ راؤ آپا آؤ۔ دو دو ہاتھ تلوار کے نکالیں۔ آؤ الیک کر آؤ، محلسلر میں چلیں اور رانی صاحبہ کو اچانک جا گھیریں۔

راؤ آپا۔ اچھا کنور صاحب، چلئے۔ تشریف لے چلئے۔

انند راؤ داہنی طرف دوڑ جاتا ہے اور راؤ آپا پیچھا کرتا ہے بائیں

جھانسی کی رانی

طرف کے زینے سے رانی لکشمی بائی باغ میں داخل ہوتی ہے۔ ساتھ ہی گنگا بائی بھی موجود ہے۔ رانی سفید رنگ کی قیمتی ساری پہنے ہوئے ہے جسم پر بیش قیمت سفید کپڑے کی چولی ہے، سر اگرچہ ساری سے ڈھکا ہوا ہے لیکن سوگ کی وجہ سے منڈا ہوا ہے۔ پاؤں برہنہ ہیں جسم پر کوئی زیور نہیں ہے۔ یہی حالت گنگا بائی کی ہے مگر اس کا سر منڈا ہوا نہیں ہے۔ رانی بمقابلہ گنگا بائی کے زیادہ کشیدہ قامت، جوان اور حسین ہے رفتار و گفتار، حرکات و سکنات سے شاہی شان و شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ دونوں ٹہلتی ہوئی چبوترے کے باہر آتی ہیں۔ رانی لکشمی بائی آگے اور گنگا بائی پیچھے ہے۔

رانی۔ (طنزیہ لہجہ میں) گنگا بائی! جو تمنا میرے دل میں ہے اسے اور کوئی دیوتا تو کیا خود مہادیو جی بھی شاید پوری نہیں کر سکتے۔ اس دنیا میں جہاں مردوں کی حکومت ہے کسی عورت کا جنم لینا کس قدر تکلیف دہ بات ہے۔ ایک عورت جانتی ہے کہ اس میں کس قدر زبردست

طاقتیں ہیں لیکن وُہ اس چیز کی جستجو میں نہیں نکل سکتی جو اسے آگے قدم بڑھانے کے لئے اشارہ کر رہی ہے۔

[مسند پر جا کر بیٹھ جاتی ہے اور پاؤں سمیٹ لیتی ہے اور گنگا بائی ایک تپائی پر بیٹھ کر رانی کے پاؤں دابنے لگتی ہے]

گنگا بائی۔ اگر ہماری رانی کی خواہش یہی ہے تو انسان کیا دیوتا بھی آپ کی خواہش پُوری ہونے سے نہیں روک سکتے۔

رانی۔ بہن ایک مہاتما کی خواہش آزادی سے ایک بے یارو مددگار عورت کی آرزو سے مختلف ہوتی ہے۔ مرد تو دنیا سے بچنے کے لئے مذہب کے دامن کی پناہ لیتے ہیں۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر) مگر ہم عورتوں کو مذہب کی اس لئے ضرورت ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہم کو ایسی الہامی ہدایات حاصل ہوتی رہیں جو گردو پیش کے تمام آلام و مصائب کے بھنور سے ہماری کشتی حیات کو نکال کر ساحلِ مراد تک پہنچا دیں (جوش میں) جب کبھی مجھے اس بات کا خیال آتا ہے کہ اہلیہ بائی نے کس طرح تیس

برس تک مسلسل کوشش کر کے ریاست اندور میں امن و امان بحال رکھا اور دھرم شاستر کا جو علم اُسے حاصل تھا اس سے کام لے کر وُہ قلمرو سے ہولکر میں کس طرح امن و امان اور خوشحالی قائم رکھ سکی تو میں شرم و غیرت سے زمین میں گڑ جاتی ہوں کیونکہ میں بھی اسی طرح جھانسی راج کو بچانا چاہتی ہوں مگر میرے تمام منصوبوں کو خاک میں ملایا جا رہا ہے۔

گنگا بائی۔ مہارانی! اگر کسی چیز کے بچانے کی ضرورت ہے تو وُہ جھانسی راج ہے میرے سورگباش پتاجی کہا کرتے تھے کہ راجہ رامچندر راؤ کے زمانہ میں جتنے مالگذار تھے سب راج کے قرضخواہ تھے اور حالت یہ ہوگئی تھی کہ تمام ریاست قرضوں کے بوجھ اور لوگوں کی لوٹ مار سے مٹی جا رہی تھی جب سے انگریزوں نے ہماری ریاست کا ایک بہت بڑا علاقہ دبا لیا ہے اس وقت سے ریاست کو ساہوکار لوگ بھی قرض دیتے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ریاست میں امن و امان

تو ہے نہیں پھر کس بھروسہ پر قرض دیا جائے۔

رانی گنگا بائی! تمہیں خوب معلوم ہے کہ سورگیہ مہاراجہ کی طویل علالت کے زمانہ میں مجھے کس قدر اُمید تھی کہ جلد یا بدیر میں نائب السلطنت بنا دی جاؤنگی اور اگر وزیر دل نے یہ کہہ کہہ کر میری اُمیدوں کو خاک میں نہ ملایا ہوتا کہ مہاراجہ خود کام کرنے کے قابل ہیں تو میں کبھی کی اپنے شوہر کی جانشین ہو جاتی اور اب کہ مہاراجہ سورگ کو سدھار گئے ہیں اور ہم نے آنند راؤ کو متبنیٰ کر لیا ہے تو یہ مکار وزیر کہتے ہیں کہ جب تک آنند راؤ کی تبنیت کو گورنر جنرل تسلیم نہ کرلے۔ اس وقت تک ریاست میں کسی جدید انتظام کا اعلان نہیں کیا جا سکتا۔ (بیٹھ جاتی ہے اور زیادہ جوش سے بولتی ہے) ان مردودوں کی حماقت اور خود غرضیوں نے مجھے پاگل بنا دیا ہے جی میں آتا ہے کہ ان جھوٹے مکاروں کی زبانیں گدی سے نکال لوں۔ کیونکہ وہ اب بھی یہی کہے جاتے ہیں کہ آنند راؤ کو متبنیٰ اور مجھے نائب السلطنت بنانے سے وہ راج

کی خدمت کر رہے ہیں۔ مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے انگریزوں سے سازباز کرلی ہے تاکہ انگریز جھانسی راج کا الحاق کرلیں اور یہ لوگ مزے کریں۔

گنگا بائی۔ صبر کرو میری بہن صبر کرو۔ مانا کہ انگریز غاصب، ملک گیر اور بے اصولے ہیں لیکن وہ بیوقوف نہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ بندھیلکھنڈ کے رجواڑے بھروسہ کے قابل نہیں اور ان کے درمیان جھانسی کی ایک وفادار مرہٹہ ریاست کا وجود خاص قدر و قیمت رکھتا ہے

رانی۔ (اٹھ کر ٹہلنے لگتی ہے) لیکن اس بات کا اطمینان بھی تو ہو جائے کوئی اور گورنر جنرل ہوتا تو فکر کی بات نہ تھی لیکن اس گورنر جنرل (ڈلہوزی) کا منہ ایک خلیج کی طرح کھلا ہوا ہے۔ ستارہ کی قدیم مرہٹہ ریاست کو تو وہ نگل ہی گیا۔ اب سننے میں آرہا ہے کہ ناگپور کے بھونسلا خاندان کی مرہٹہ ریاست کو بھی کھانا چاہتا ہے اور بہانہ یہ ہے کہ آخری مہاراجہ نے کوئی وارث نہیں چھوڑا۔ اور پھر پنجاب کو دیکھو۔ سکیم کی

ریاست کو دیکھو۔ برہما کو دیکھو۔ یہ خونخوار سب کو ڈکار لئے بغیر ہضم کر گیا ہے۔ اِس لئے مجھے تو جھانسی کی طرف سے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے

گنگا بائی ۔ اس میں شک نہیں لیکن یہ انگریز بڑے چالاک ہوتے ہیں اور ہمیشہ اپنی فیاضیوں کی نمائش کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں وہ جھانسی راج کو آزاد و خود مختار رکھنا زیادہ پسند کریں گے تاکہ ہمارے اُوپر یہ احسان رہے کہ "دیکھو ہم کمزور رجواڑوں کے کتنے دوست ہیں خصوصاً ان کے جو اپنی ریاستوں کا انتظام ایسا اچھا رکھتے ہیں جیسا سورگباشی مہاراجہ جھانسی نے اپنے عہد کے آخری زمانہ میں رکھا تھا"! اور اسی بنا پر وہ آنند راؤ کی متبنیت کو تسلیم کرلیں گے، اس معاملہ میں آپ زیادہ تشویش نہ کریں نتیجہ اچھا ہی نکلے گا اور دشمنوں کے کان بہرے اگر خلاف ہوا تو ہر چہ بادا باد گنگا بائی آپ کے قدموں سے کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ (جھک کر پالاگن کرتی ہے)

رانی۔ (گنگا بائی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے) بہن ہم دونوں

ایک ہی شوہر کی داسیاں رہ چکی ہیں۔ اس لئے آئندہ سر پر بری پڑے یا بھلی۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کا ساتھ دینا چاہئے اور جس طرح دیوی سروپ اہلیا بائی نے اپنی تمام زندگی ریاست اندور کی خدمت اور سلامتی کیلئے وقف کردی تھی۔ اسی طرح ہم کو بھی اپنی تمام قوتیں اور اپنی تمام دعائیں اپنی اس (چاروں طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے) چھوٹی سی ریاست جھانسی کی سلامتی اور خوشحالی کے لئے صرف کر دینا چاہئے۔ ان زمینوں۔ ان عمارتوں اور ان درختوں پر ہاتھ پاؤں مارے بغیر انگریزوں کو کیوں قبضہ کرنے دیا جائے؟ ان چیزوں کی محبّت جتنی میرا اور تمہارے دلوں میں ہے؟ کیا اسی قدر انگریزوں کے دلوں میں بھی ہو گی؟ کیا ان کے دلوں میں بھی مرہٹہ سورماؤں کی یاد جنہوں نے یہ دلفریب اور زرخیز علاقہ مغلوں اور راجپوتوں سے چھینا تھا اسی طرح قائم رہ سکتی ہے جیسے ہمارے دلوں میں ہے؟ کیا رعایا کی ضرورتوں، ان کی امیدوں اور ان کے خطروں

کبھی وہ اسی طرح محسوس کرینگے جیسے کہ ہم جنہوں نے سو برس سے زیادہ عرصے سے بندھیلکھنڈ کو اپنا وطن بنا رکھا ہے؟ میرے پتا اور وزیروں سے زیادہ ان سوالوں کا جواب اور کوئی نہیں جان سکتا۔ با ایں ہمہ وہ باتیں بنا بنا کر معاملہ کو کھٹائی میں ڈال رہے ہیں اور راج کو بچانے کیلئے کچھ نہیں کرتے۔ سخت جوش میں گنگا بائی! میرا دل بار بار کہہ رہا ہے کہ اگر میں خود اُٹھ کر کوئی کام نہ کروں گی تو جھانسی راج ہاتھوں سے نکل جائیگا۔

اس وقت ہُو! ہُو!! کی آواز سنائی دیتی ہے اور فوراً دائیں طرف سے آنند راؤ ڈھال تلوار سے مسلح اور اس کے پیچھے راؤ آپا لکڑی کی تلوار لیے ہوئے آتے ہیں دونوں رانی کے سامنے شمشیر زنی کرتے ہیں۔ راؤ آپا دبتا جاتا ہے اور بالآخر ایک جگہ گویا ٹھوکر کھا کر گر پڑتا ہے آنند راؤ فتحمندانہ انداز سے راؤ آپا کے سینہ پر پاؤں

[رکھ کر اور دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا کر "آنند کمار کی جے" کا نعرہ لگاتا ہے۔ رانی اور گنگا بائی بھی خوش ہو کر تالیاں بجاتی اور "آنند کمار کی جے" کے نعرے لگاتی ہیں۔]

رانی۔ (فرطِ مسرت سے) واہ بیٹا واہ! شاباش!! میں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی کہ تم اس قدر محنت سے تلوار چلانا سیکھ رہے ہو، ہر مرہٹہ سردار کا فرض ہے کہ وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ اچھا اب میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں دھاتماجی کی سچی پرتگیا سکھادوں (آنند راؤ رانی کے پاس آتا ہے) بائیں ہاتھ میں تلوار پکڑ کر سیدھا سامنے کی طرف پھیلاؤ اور اپنا داہنا ہاتھ سینہ پر رکھو۔ دیکھو اس طرح (ہاتھ رکھ کر دکھاتی ہے) اور اب یہ الفاظ دہراؤ :-

"تلوار دھنی پنا کھانڈو با اور ملہاری جی پر میرا ایمان ہے۔ یہ دونوں شیوجی کے رُوپ ہیں جو شر کا مٹانے والا۔ شفا بخشنے والا اور زندگی کو پاک کرنے والا ہے۔ میں ہمیشہ شیواجی اور شمبھاجی اور بڑے بڑے پیشواؤں کے نقشِ قدم پر

جھانسی کی رانی

چلونگا جو غریبوں کی دستگیری کرتے تھے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور مغروروں کا سر توڑتے تھے، میں ایک سچا مرہٹہ بننے کا حلف اٹھاتا ہوں۔ ظالموں سے لڑونگا۔ ستمگاروں کو سزا دوں گا اور دھرم کی پرکشا کروں گا۔ میں عاجزوں اور بیکسوں کی فریاد سنوں گا۔ اور میرا دروازہ ان لوگوں کے لیے کبھی بند نہ ہو گا جو متقی اور پرہیزگار ہیں اور دھرم کے مقدس طریقہ پر آزادی کے طلبگار۔"

[آنند راؤ رانی کے الفاظ دہراتا ہے عین اس وقت اپنی طرف سے ماما صاحب، نرسنگھ، لالہ لاہوری مل اور لالہ ٹنی چند داخل ہوتے ہیں۔ آنند راؤ کی ترتگیلے سنتے ہیں اور پھر رانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔]

ماما صاحب۔ بیٹی! میجر ایلیس، جو سرکار انگریزی کی طرف سے بندیلکھنڈ میں پولیٹیکل ایجنٹ ہیں گھنٹہ بھر ہوا کہ یہاں آئے ہیں اور ہمارے فوجی افسروں کے ساتھ فوجی استحکامات اور قلعبندیوں کا معائنہ کر رہے ہیں اور ہم ابھی ان کے پاس سے آ رہے ہیں جیل کے قیدیوں

نے پھر گڑبڑ مچائی ہے۔ ایسا نہ ہو بغاوت کر بیٹھیں۔ اس لئے احتیاطی تدابیر کی سخت ضرورت ہے۔

رانی۔ میں بار بار دریافت کر چکی ہوں کہ آخر جیل میں آج کل اتنے آدمی کیوں ٹھونس دیئے گئے ہیں۔ مگر کوئی شخص قابلِ اطمینان جواب نہیں دیتا۔

لاہوری مل۔ مہارانی! پرماتما کی کرپا سے آپ کے راج میں ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی نظر آتی ہے۔ اس لئے چاروں طرف کے بدمعاش یہاں جمع ہو گئے ہیں۔ جہاں کھانے کو ملتا ہے وہیں بھوکے کتے جمع ہو جاتے ہیں۔

گنگا بائی۔ (دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر غضب ناک انداز سے) تو لالہ جی یہ قصور کس کا ہے کہ کتے بھوکے ہیں؟ کیا ہمارا قصور نہیں۔ نہ ہم بدنظمی کے مرتکب ہوتے نہ لوگ فاقوں سے مجبور ہو کر چوری اور ڈکیتی پر آمادہ ہوتے

نرسنگھ۔ گنگا بائی! انصاف کرو۔ ہم لوگ تو فرمانروا کے آلۂ کار ہیں۔ راجہ

جھانسی کی رانی

حکم دیتا ہے اور ہم اسکو بجالاتے ہیں۔ قلعہ بلن الزام تو غلط منسوب ہے، نہ کہ ہم ہمارا اس میں کیا قصور ہے۔

رانی۔ (اوّل آہستہ آہستہ اور پھر لہجہ تند اور جوشیلا ہو جاتا ہے) گنگا بائی جو کچھ کہتی ہے وہ بالکل سچ کہتی ہے۔ جھانسی راج کا انتظام انگریزوں کے ہاتھ میں جانے سے پہلے ریاست کی آمدنی روز بروز گھٹتی جاتی تھی۔ اور ریاست کا بال بال قرض میں بندھ گیا تھا لیکن اب اس وقت ہمارے کسان ہم سے محبت کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر اُن کی فصلیں خراب ہوگئیں یا ان کے گھر جلا دیئے گئے تو راجہ ان کی مالگذاری معاف کر دیگا اور دوسرے طریقوں سے بھی ان کی مدد کریگا۔ مگر اب انگریزوں نے زمینداروں کو نمبردار بنا کر راجہ اور پرجا کے درمیان ایک طبقہ کھڑا کر دیا ہے جو کسانوں سے لگان وصول کر کے خزانہ میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس طرح راجہ اور پرجا کا براہ راست تعلق جاتا رہا ہے اور اس سے بھی بدتر یہ بات ہے کہ لگان ایک مدت دراز کے لئے مقرر

کر دیا گیا ہے اور اس میں بھی لگان کی تشخیص بسا اوقات غیر منصفانہ ہوتی ہے۔ اب خواہ قحط پڑے یا خشک سالی ہو۔ مویشی مرجائیں یا مال چوری ہو جائے مگر بیچارے کاشتکاروں کو قرض لینا پڑتا ہے نہ صرف اس لئے کہ اپنے نقصان کی تلافی کریں بلکہ اس لئے بھی کہ جابرانہ لگان ادا کر کے زمیندار کی جیب اور ریاست کا خزانہ بھریں۔ پھر دیوان جی آپ ہی بتائیں کہ جیل خانہ بھرے تو کیا ہو؟ آج تک وہ بات کبھی سننے میں نہ آئی تھی جو آپ اب کھلے خزانے کہہ رہے ہیں کہ جھانسی تو ڈاکوؤں اور ساہوکاروں کی جنت ہے (دفعتہً منہ آسمان کی طرف کر کے ہاتھ اٹھا کر کہتی ہے) اے ہماری قوم کے دیوتاؤ! اور دیویو! گواہ رہنا کہ نائب السلطنت بنتے ہی میرا سب سے پہلا کام ان آلام و مصائب کا علاج کرنا ہوگا جن میں آج کل ہماری غریب رعایا گرفتار ہے۔

{ چند لمحہ سکوت طاری ہو جاتا ہے جب رانی کے پاؤں کی کھنک اور آواز توڑتی ہے۔ }

ماما صاحب۔ بیٹی ہم تم سے یہ کہنے آئے تھے کہ میجر الیس کے نزدیک گورنر جنرل کی طرف سے آنند کمار کی متبنیت تسلیم کر لیا جانا یقینی نہیں ہے میجر صاحب نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ان کے افسر بالادست میجر مالکم نے ان کو تنبیہ کر دی ہے کہ متبنیت کے معاملہ میں سرکار انگریزی کی طرف سے ہرگز کوئی وعدہ نہ کرنا۔ اس معاملہ کا فیصلہ بر ہما سے آکر خود لارڈ ڈلہوزی کریں گے۔

نرسنگھ۔ اور حضور اتنی عرض تو میں بھی کر دونگا کہ میجر الیس جھانسی راج کے ہمیشہ دوست اور خیر خواہ رہے ہیں اور اب سے دس برس گذرے کہ انہی کی کوششوں سے جھانسی راج کا نظم ونسق ہم لوگوں کے ہاتھ میں آیا تھا پھر جب ایسا شخص ریاست کے متعلق کھٹکا رکھتا ہے تو معاملہ واقعی تشویش انگیز ہے میجر صاحب فرماتے ہیں کہ کرنل لو اور گورنر جنرل کی کونسل کے دیگر ممبروں کا گورنر جنرل کی عدم موجودگی میں آنند کمار کا حق تسلیم کرنے سے انکار کر دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ جو شخص

ستارہ۔ پنجاب، سکیم، برہما اور بہت سی دوسری ریاستوں کو ہضم کر چکا ہے، وہ غالباً جھانسی کو بھی نہیں چھوڑیگا۔ الغرض مجھے تو جھانسی کا مستقبل تاریک نظر آتا ہے۔

رانی۔ اور آپ لوگوں نے میجر صاحب سے کیا کہا؟

ماما صاحب بیٹی ہم لوگ کیا کہہ سکتے تھے۔ خالی خولی دھمکیاں بیکار ہیں ہم سے بس یہی ہو سکتا ہے کہ عرضیاں گذارتے جائیں اور بھلائی کی امیدیں رکھیں۔

نرسنگھ۔ مہارانی! ہم نے میجر صاحب سے التجا کی ہے کہ وہ جھانسی راج کو بچانے کیلئے حتی المقدور کوشش کریں اور باتوں باتوں میں کنایۃً یہ بھی سمجھا دیا ہے کہ جو لوگ اس آڑے وقت میں ریاست کے کام آئیں گے شاہی خاندان ان کی خدمات کا ضرور خیال رکھے گا۔ میجر ایلیس نے بھی از راہ عنایت فرمایا کہ دو تین روز میں وہ اس معاملہ کے متعلق میجر مالکم سے پھر ملاقات کرینگے لیکن وہ کسی قسم کا وعدہ نہیں

کر سکنے۔ مگر ان کا خیال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں لارڈ ڈلہوزی
پر مقامی افسران کے کہنے سننے کا کوئی اثر نہ ہوگا (اطمینان سے ہاتھ
مل کر) بہرحال اگر برا وقت آہی گیا تو انہوں نے وعدہ کر لیا ہے کہ وُہ
اس بارہ میں ضرور کوشش کرینگے کہ آپ کو اور آنند کمار اور دیگر متعلقین
متوسلین کو گذارہ کیلئے ایک معقول پنشن دی جائے۔

رانی۔ کیا میرے پتاجی اور میرے بہادر افسر اتنا ہی کر سکتے ہیں؟ کیا
خوشامدیں کرنے اور ناک رگڑنے کے بعد وُہ اسی نتیجہ پر قناعت کرنے
کیلئے آمادہ ہیں (آواز کسی قدر بلند کر کے) سُنئے! اور کان لگا کر سنیئے! کہ
آج سے جھانسی راج کے متعلق میں اور صرف میں انگریزوں سے
بات چیت کرونگی۔ کیونکہ سورگیہ مہاراجہ نے مجھی کو نائب السلطنت اور
ولیعہد آنند راؤ کا سرپرست نامزد کیا تھا۔ آپ لوگوں کی غلامانہ پالیسی
سے میں بیزار ہوں۔ نہ اس سے کبھی پہلے کام چلا تھا نہ اب چلے گا۔ انگریز تم
لوگوں کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تم بھی اس بات

کو خوب جانتے ہو اب تم مجھ عورت ذات کو کام کرنے کا موقعہ دو کہتے ہیں کہ انگلستان میں ایک بہت بڑی ملکہ راج کرتی ہے اور تمام مرد اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس خاص وجہ سے بھی وہ مجھ سے کوئی تعرض نہ کریں۔ میں آپ لوگوں کو جتائے دیتی ہوں کہ آئندہ سے مجھے ایک عاجز اور بے دست و پا ہندو بیوہ نہ سمجھا جائے بلکہ حسب نام اور کام دونوں لحاظ سے جھانسی کی رانی سمجھا جائے۔ دیوان تہا! فوراً منادی کرا دیجئے کہ لوگ شام کے وقت محل کے صحن میں دیوانخانہ کے سامنے جمع ہوں تاکہ آنند کمار کے بارہ میں اعلان کر دیا جائے اگر انگریزوں نے اس کی متبنیت کو تسلیم نہ کیا تو ان سے نہ صرف جھانسی کی رعایا بلکہ تمام ہندوستان نفرت کرنے لگے گا اور نیتا جی! آپ میجر ایلیس کو ساتھ لیکر محل میں تشریف لائیں۔ ہم ان سے اپنے ارادوں کا اظہار کر دیں گے اگر جھانسی کو ہمارے ہاتھ سے نکلنا ہی ہے تو پھر کیوں نہ بہادر مرہٹوں کی طرح جان پر کھیل دیا جائے۔ لالہ جی! تمام

پہلوانوں، شمشیر بازوں اور بازیگروں کو بھی محل میں جمع ہونے کا حکم دے دیجئے۔ دُنیا کو دکھا دینا چاہئے کہ جھانسی والے اب بھی لڑنا مرنا خوب جانتے ہیں۔ راؤ آپا! درختوں کے پیچھے ہماری پالکی کھڑی ہے اسے طلب کرو۔ اور تم سب لوگ یہ بات کان دھر کر سُن لو کہ جو حکم میں دونگی اُسے ماننا پڑیگا کسی چھوٹے بڑے کی تفریق نہ ہوگی۔ اگر کسی شخص نے میرے حکم کی تعمیل میں قصور کیا یا مجھے راج کا مالک نہ سمجھا تو وُہ سزا پائے گا۔

{ایک بڑی شاندار اور آراستہ پالکی آتی ہے۔ سوار ہونے سے قبل رانی ہاتھ اُٹھا کر "مہارانی لکشمی بائی کی جے" کا نعرہ لگاتی ہے جس میں سب حاضرین شریک ہو جاتے ہیں۔ گنگا بائی پالکی کے ساتھ ساتھ بائیں طرف ہو لیتی ہے ماما صاحب اور وزراء سلام کرتے ہیں۔ رانی کے بعد ماما صاحب آنند راؤ کو پکڑ کے چاروں طرف گھماتا ہے}

اور اسے اپنے کاندھے پر بٹھا لیتا ہے لڑکے کا منہ
وزیروں کی طرف ہوتا ہے۔ اس کے بعد ماما صاحب
"جھانسی راج کی جے" کا نعرہ لگاتا ہے سب وزرا بھی
دو تین مرتبہ یہی نعرہ لگاتے ہیں۔

دُوسرا منظر

قصرِ شاہی کا صحن۔ آفتاب غروب ہونے کو ہے۔ صحن کے سامنے شہ نشین ہے جو سنگِ مرمر کی مغلی وضع کی جالیوں سے گھرا ہوا ہے۔ صحن کے بیچ میں پہلوانوں کا اکھاڑا ہے۔ ہندو اور مسلمان زرق برق درباری لباس پہنے دکھائی دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ڈھول اور سنکھ بجتا ہے محل کا دروازہ اندر کی طرف سے کھول دیا جاتا ہے جس میں سپاہی، پہلوان، شمشیر باز اور پھینکیت داخل ہو کر صف بصف قرینے سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ایک توپ دغتی ہے اور مہارانی آنند راؤ کا ہاتھ پکڑے مع دیوان اور دیگر وزراء کے شہ نشین پر نمودار ہوتی ہے۔ تمام مجمع تین مرتبہ باادب جھک کر سلام کرتا ہے تیسرے سلام کے بعد

دیوان صاحب مع رانی و آنند راؤ کے آگے بڑھتے ہیں۔

نرسنگھ۔ بھائیو اور بہنو! تمہیں یہ افسوسناک واقعہ معلوم ہے کہ ہمارے محبوب اور ہر دلعزیز راجہ گنگا دھر راؤ کا ایک مہینہ ہوا انتقال ہو گیا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے اُنہوں نے مرنے سے قبل اپنا ولیعہد اور جانشین متبنیٰ کر لیا تھا۔ یہ لڑکا رانی صاحبہ اور وزیروں نے منتخب کیا تھا جسے خود آنجہانی راجہ نے دیکھ کر پسند کر لیا تھا اور اس طرح متوفی راجہ کے جنازہ کی آخری رسمیں ادا کی جا سکی تھیں۔ متوفی راجہ صاحب نے یہ ہدایت اور وصیّت کی تھی کہ جب تک متبنیٰ ولیعہد حکومت کرنے کے قابل نہ ہو اُس وقت تک ان کی بیوہ رانی لکشمی بائی جن کا بیحد احترام ہمارے دلوں میں ہے ولیعہد کی طرف سے ریاست کا نظم و نسق انجام دیں۔ اگرچہ ابھی تک کمار آنند راؤ کی متبنیّت گورنر جنرل نے باقاعدہ طور پر تسلیم نہیں کی لیکن رانی صاحبہ کی خواہش یہ ہے کہ اب بلا توقف تم لوگوں کے سامنے وہ شخص پیش کر دیا جائے

جو آئندہ تمہارا فرمانروا ہوگا (آنند راؤ کی طرف گھوم کر) لہٰذا یہ میرا خوش آئند فرض ہے کہ میں کنور آنند راؤ کو تمہارے سامنے پیش کروں جو سورگیہ راجہ گنگا دھر راؤ کا متبنیٰ بیٹا اور ولیعہد ہے جس وقت ہماری انگریزی سرکار کی طرف سے متبنّیت کو تسلیم کئے جانے کی اطلاع رانی صاحبہ کو یا مجھ کو بحیثیت دیوان پہنچے گی اس وقت تمام وفادار رعایا اور عہدیداران ریاست کی طرف کنور صاحب کی پذیرائی مناسب طور پر عمل میں آئیگی۔ فی الحال ہم اسی قدر کافی سمجھتے ہیں کہ اپنے آئندہ فرمانروا کے متعلق عام اعلان کر دیں" کنور آنند راؤ کی جے" "کنور آنند راؤ کی جے"۔

(مجمع نعروں کی تکرار کرتا ہے اور رانی آگے بڑھ کر اس طرح خطاب کرتی ہے۔)

رانی: میری محبوب رعایا اور محترم دوستو! جو کچھ پچھلے دنوں محل میں ہو چکا ہے اسے دیوان صاحب نے بالکل صحیح طور پر بیان کیا ہے جس پر

میں مزید اضافہ کی ضرورت نہیں سمجھتی لیکن ممکن ہے کہ میرے بعض تازہ کاموں کی وجہ سے آپ لوگوں کے دلوں میں کسی قسم کا اضطراب ہو اس لیے ضروری ہے کہ ان کی کسی قدر توضیح کر دی جائے آپ میں سے بعض کو تعجب ہوگا کہ میں ایک ہندو بیوہ ہو کر جس کا دھرم شاستر کے احکام پر عمل کرنا فرض ہے، اپنے محترم شوہر کی وفات کے بعد اس قدر جلد کیوں منظرِ عام پر آگئی۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر حالات ایسے نہ ہوتے تو میں سوگ کی قدیم رسموں کو ہرگز نظر انداز نہ کرتی۔ لیکن موجودہ زمانہ سخت خطرات کا زمانہ ہے۔ ایک عجیب قسم کی بے چینی اور گھبراہٹ ملک میں پھیلی ہوئی ہے اور ملک میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک آئے دن نت نئی افواہیں پھیلتی رہتی ہیں مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اسکی جگہ دیکھتے دیکھتے ایک نئی بالادست طاقت نے لے لی ہے۔ حال ہی میں ہمارے بعض بہت پرانے حکمران خاندان مٹ چکے ہیں اور ابھی کل کی بات ہے کہ جو سلطنتیں ہندوستان میں

جھانسی کی رانی

نمایاں حیثیت رکھتی تھیں وہ نابود ہو چکی ہیں۔ پھر کیا تعجب ہے اگر ہمیں
اپنی چھوٹی سی مگر محبوب ریاست جھانسی کی طرف سے بھی فکر و تشویش
لاحق ہو۔ اس لئے میرا یہ کہنا ہرگز قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ جو حشر
ہم سے زیادہ طاقتور اور بڑی ریاستوں کا ہو چکا ہے۔ اس سے جھانسی
کو بچانے کیلئے ہمیں جلد از جلد کوئی تدبیر کرنا چاہیئے اور ابتلاء و مصائب
کے موجودہ نازک دور میں ولیعہد کی وراثت اور حقوق کو محفوظ رکھنے کے
لئے اگر میں اٹھ کھڑی ہوں تو اس سے گویا میرے سورگیہ پتی کی زیادہ
عزت و توقیر ہو گی جس طرح دیوی سروپ اہلیا بائی نے قلمروئے ہولکر
کو محفوظ رکھا اسی طرح خدا کی توفیق و نصرت سے میں بھی خدمتِ
وطن کرنے کی کوشش کرونگی اور تا حدِ امکان جھانسی راج کو بچاؤنگی
اسی لئے آج میں آپ لوگوں سے کہتی ہوں کہ آپ صاف صاف
بتا دیں کہ آپ سورگیہ راجہ کی اس دور اندیشی کو کہ انہوں نے کمار
آنند راؤ کو اپنا ولیعہد بنایا، پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں یا نہیں؟

جھانسی کی رانی

ہمیں چاہئے کہ اس بارہ میں انگریزوں کے دل میں ذرا سا بھی شک شبہ نہ رہنے دیں کہ جھانسی کے لوگ حکمران خاندان کے وفادار ہیں نیز یہ کہ ستارہ یا ناگپور کے حالات خواہ کچھ بھی رہے ہوں لیکن جھانسی اپنے موجودہ حکمرانوں کے ماتحت مطمئن ہے۔ ہم اپنی اس چھوٹی سی ریاست میں اپنی آزادی و خود مختاری کو عزیز رکھتے ہیں اور اس کی حفاظت و قیام میں ہم کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں گے۔

{ رانی کے آخری الفاظ پر ہر طرف سے تعریف کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اور تقریر ختم ہوتے ہی "رانی لکشمی بائی کی جے" کا نعرہ بلند ہوتا ہے مجمع نعرہ کی تکرار کرتا ہے جس سے تمام محل گونج اٹھتا ہے۔ اس کے علاوہ "آنند کمار کی جے" کے نعرے بھی لگائے جاتے ہیں۔ پھر رانی مجمع کا سلام لیتی ہے۔ آنند راؤ کا ہاتھ پکڑ کر چلی جاتی ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے دیگر وزرا بھی چلے جاتے ہیں۔ صرف دیوان رہ جاتا ہے جو بازیگروں پہلوانوں وغیرہ کو اپنے کرتب دکھانے کا حکم دیتا ہے }

اور خود بھی چلا جاتا ہے۔ باجہ بجتا ہے اور کھیل شروع ہو جاتے ہیں
تھوڑی دیر بعد ایک توپ دغتی ہے فوراً سب لوگ باادب
صف بستہ ہو جاتے ہیں۔ دروازہ کھلتا ہے جس میں آنند راؤ
سادہ لباس میں اور راؤ آپا تلوار ہاتھوں میں لئے داخل ہوتے
ہیں اسی وقت رانی صاحبہ، دیوان اور دیگر وزرا بھی شہ نشین پر
نمودار ہوتے ہیں راؤ آپا اور آنند کمار شہ نشین کی طرف اپنی
تلواریں اُٹھا کر سلامی دیتے ہیں۔ مجمع بھی جواباً تین سلام کرتا ہے
اسکے بعد راؤ آپا اور آنند کمار دونوں شمشیر زنی کرتے ہیں ہر طرف سے
واہ واہ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اسکے بعد پہلوانوں، بازیگروں وغیرہ
کے تماشے شروع ہو جاتے ہیں۔ راؤ آپا کا پاؤں پھسلتا ہے وہ گر
پڑتا ہے اور آنند کمار اس کے سینہ پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے
"رانی کمار آنند کی جے" کا نعرہ لگاتی ہے پردہ گرتا ہے اور ہر طرف سے
"رانی صاحبہ کی جے" اور "جھانسی راج کی جے" کے نعرے بلند ہوتے ہیں

تیسرا منظر

اُسی دن غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ بعد دربار آراستہ ہے۔ وسط میں تخت رکھا ہوا ہے۔ داخلہ کا دروازہ دُور فاصلہ پر سامنے نظر آتا ہے پردہ اُٹھتا ہے اور دیوان صاحب، ماما صاحب و دیگر وزراء اور میجر ابلیس (اس زمانہ کی سُرخ اور نیلی وردی پہنے) نظر آتے ہیں۔ میجر صاحب گدی کے قریب اور اس کے برابر ماما صاحب بیٹھے ہیں۔ دیوان ان کے سامنے کھڑا ہے۔ دوسرے دو وزیر کسی قدر فاصلہ پر آہستہ آہستہ سرگوشیاں کر رہے ہیں۔

میجر ابلیس ۔ دیوان صاحب میں عجب شش و پنج میں ہوں۔ اگر میرے

جھانسی کی رانی

دل میں متوفی راجہ صاحب کا احترام نہ ہوتا تو یہاں ایک لمحہ بھی ٹھہرنا گوارا نہ کرتا اور اب میجر مالکم مجھ سے ضرور جواب طلب کریں گے کہ جب رانی گورنر جنرل سے کھلم کھلا سرتابی کر چکی تھی تو میں نے اس سے ملاقات کرنا کیوں منظور کیا۔ یہ معاملہ بہت نازک ہو گیا ہے اور گزشتہ چند سال سے میں ذاتی طور پر جھانسی راج کی فلاح و بہبود میں جو دلچسپی لیتا رہا ہوں اس کا اب مجھے افسوس ہے۔

نرسنگھ۔ میجر صاحب! پرماتما جانتا ہے کہ مجھے اور راما صاحب کو آپ کی حالت کا بخوبی احساس ہے (راما صاحب بھی سر ہلا کر ہاں میں ہاں ملاتے ہیں) اور ہم آپ سے التجا کرتے ہیں کہ آپ صبر و استقلال اور اپنی حسب معمول فیاضی سے کام لیتے رہیں۔ آپ یقین فرمائیں کہ ہم لوگوں نے رانی صاحبہ کو روکنے کی ہر چند کوشش کی مگر انہوں نے ایک نہ مانی بلکہ الٹی ہم کو یہ دھمکی دی کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دیں گی کہ ہم جھانسی راج کے الحاق کے بارہ میں انگریزوں سے ساز باز کر رہے ہیں۔

ماما صاحب میجر صاحب! مَیں آپ سے بہ حلف عرض کرتا ہوں کہ ہم لوگ بالکل مجبور تھے۔ مَیں نے رانی کو بہت سمجھایا مگر اُنہوں نے انکار کر دیا۔

میجر ایلیس ۔ (سوچ کر) آپ کہتے ہیں کہ لڑکے کی صغر سنی کے زمانے میں وہ ریاست کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں رکھیں گی۔

دونوں ۔ جی ہاں!

میجر ۔ کیا آپ دونوں صاحبوں کے کوئی دشمن بھی ہیں؟

نرسنگھ ۔ نہیں! کم از کم ہمارے محکمۂ جاسوسی کو تو اس کا علم نہیں ہے۔

میجر ۔ (معنی خیز طور پر ماما صاحب سے) ہوں! آپ کا کوئی دشمن نہیں ہے تو گستاخی معاف! کیا رانی صاحبہ کا کوئی دوست ایسا ہے جس سے اُن کے بہت زیادہ تعلقات گہرے ہوں؟

ماما صاحب بحیثیت رانی کے ان کے مشیر کار ضرور ہونے چاہئیں لیکن بلحاظ وفاداری وہ اپنے مرنے والے شوہر پر اب بھی جان دیتی ہے۔

[گھنٹا بجتا ہے سب چوکنا ہو جاتے ہیں میجر اد...]

[ماما صاحب دونوں کھڑے ہو جاتے ہیں اور دوسرے دو وزیر
بھی آکر دیوان صاحب کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں]

میجر۔ صاحبو! یہ معاملہ بہت ہی نازک ہو گیا ہے۔ واقعی بہت نازک اور نہ معلوم اس کا نتیجہ کیا ہو لیکن آپ سمجھ لیجئے۔ مَیں رانی صاحبہ سے تنہا مُلاقات نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنا گویا انہیں جھانسی راج کا فرمانروا تسلیم کر لینا ہے اور جو کچھ احکام مجھے دیئے گئے ہیں۔ وُہ بھی آپ خوب جانتے ہیں پس آپ پُوری طرح سمجھ لیجئے۔ تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو۔ جب تک آپ لوگ موجود رہیں گے مَیں رانی صاحبہ کے سامنے رہونگا اگر آپ لوگ ہٹ جائیں گے تو مَیں بھی چلا جاؤنگا۔

[کمرہ میں دُور سامنے کی طرف سے ایک جلوس داخل ہوتا ہے
آگے آگے دو لڑکے چنور لئے ہوئے ہیں ان کے پیچھے چار عورتیں
خاصدان وغیرہ لئے ہوئے۔ ایک کشتی میں شربت کی بوتل اور چند
بلوریں گلاس۔ دو آدمی زرکار پردہ تانے آتے ہیں ان کے پیچھے]

رانی اور گنگا بائی داخل ہوتی ہیں۔ تمام وزرا، ماما صاحب اور اہلِ دربار جھک کر سلام کرتے ہیں۔ میجر ایلیس جس کے ہاتھ میں پروں کی کلغی دار خود ہے جھک کر سلام کرتا ہے رانی گدّی کے سامنے ایک تخت پر بیٹھ جاتی ہے۔ میجر ایلیس کی طرف سے پردہ رہتا ہے۔ خادم خنجر بکف پردہ کے پاس استادہ ہو جاتے ہیں۔ گنگا بائی بھی رانی کے پاس بیٹھتی ہے۔

رانی۔ دیوان صاحب! آپ نے ہمارے معزز مہمان کیلئے کیا سامان تفریح بہم پہنچایا ہے؟

نرسنگھ۔ (پردہ کے قریب آکر) میں نے تو میجر صاحب سے اصرار کے ساتھ عرض کیا تھا کہ گویوں اور ناچنے والیوں کو طلب کر لیا جائے لیکن انہوں نے عذر پیش کر کے انکار کر دیا اور فرمانے لگے کہ دن بھر سخت کام کرتے گذرا ہے خستہ ہو گیا ہوں۔ اس لئے رات کو سویرے ہی

اُٹھ کر یہاں سے دُور کسی ضروری کام کو چلا جاؤں گا۔

رانی۔ اُوئی! میجر صاحب کو جھانسی سے چلے جانے کی اس قدر جلدی ہے میں تو سمجھی تھی کہ وہ ہمارے یہاں تشریف لانا ہمیشہ پسند کرتے ہیں اور خود آپ لے ہی تو کہا تھا کہ وہ ہمارے بڑے دوست ہیں۔

(دیوان میجر ایلیس کی طرف دیکھتا ہے جو کچھ پس و پیش کے بعد اُٹھ کر پردہ کے قریب آتا ہے)

میجر۔ رانی صاحبہ! نہیں یہ بات نہیں میں جھانسی آنے میں ہمیشہ خوش رہا اور خوش رہوں گا لیکن آج کل جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے صورت حالات کسی قدر نازک ہو گئی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ کمار صاحب کی متبنیت کی منظوری ملنے سے قبل جو میں آپ کے دربار میں حاضر ہو گیا ہوں اس پر مجھ سے ضرور جواب طلب ہو گا۔

رانی۔ میجر صاحب! میں آپ کو ہرگز پریشان کرنا نہیں چاہتی خصوصاً اس لئے کہ آپ جھانسی راج کے خیر خواہ ہیں۔ میں مرہٹہ قوم کی عورت

ہُوں۔ اِس لئے مَیں آپ کو حکم سے سرتابی کرنے کی ہرگز ترغیب نہ دونگی۔ مگر چونکہ اب آپ یہاں موجود ہی ہیں اس لئے اگر تھوڑا سا رقص سرود ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ اور اس بات سے تو آپ خود بھی واقف ہیں کہ اس مُلک کے رہنے والے کسی اہم کام کو ہاتھ لگانے سے پہلے دل و دماغ کی کسی قدر تفریح بہت پسند کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسا شغل نہ صرف ہمارے مہمانانِ عزیز کا حق ہے بلکہ ہماری خودداری بھی اس امر کی متقاضی ہے۔ بہرحال اگر آپ بہت زیادہ خستہ......

میجر۔ (جوش کے ساتھ مگر پھر کچھ سنبھل کر) نہیں، رانی صاحبہ ہرگز نہیں! بلکہ مجھے تو یہ خیال تھا کہ شاید اس وقت آپ خود بھی اس قسم کے مشاغلِ تفریح کی طرف مائل نہ ہونگی۔

رانی۔ (حاکمانہ لہجہ میں) میجر صاحب! آج کی تاریخ سے جھانسی راج کی عنانِ حکومت مَیں نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے اور اگرچہ زندا پہلے

کا سوگ میں حتی الامکان حسب رواج زمانہ .. مناؤں گی لیکن راج کے متعلق جو فرائض مجھ پر عائد ہوتے ہیں وُہ سب باتوں پر مقدم رہیں گے لہٰذا آپ میرے آرام و سہولت کا کچھ خیال نہ فرمایئے میرا مرتبہ اس امر کا متقاضی ہے کہ میں جھانسی میں اپنے معزز مہمان کے شایانِ شان کوئی انتظام کروں اور تا وقتیکہ آپ ہمارے خیر مقدم کو قبول کرنے سے قطعی انکار نہ کردیں میں گویوں اور اپنے یہاں کی ایک بہترین رقاصہ کو ضرور طلب کرونگی۔

{خفیف سا سکوت میجر ایلیس دیوان صاحب کی طرف دیکھ کر خاموش ہو جاتا ہے ادھر گنگا بائی پردہ کے پیچھے سے میجر کو جھانک کر دیکھتی ہے اور پھر پیچھے ہٹ کر آنکھوں آنکھوں میں تمام کیفیت رانی سے بیان کرتی ہے اگرچہ میجر ایلیس کی طرف سے پردہ ہے مگر تمام دربار رانی اور گنگا بائی کو دیکھ رہا ہے}

رانی ۔ دیوان صاحب! میرا بائی کو حکم دیجیے، سازندوں کو فہمائش کر دیجیے کہ زیادہ شور نہ ہو۔ میجر صاحب اور آپ سب صاحب تشریف رکھیں اور مجھے بزم رقص و سرود کی شرکت سے معاف فرمائیں مگر یہ سمجھ لیں کہ آپ صاحب کی تفریح سے میرا دل خوش ہوگا۔

[رانی اور گنگا بائی اُٹھ کر چلی جاتی ہیں میجر صاحب، وزراء اور دیگر درباری اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاتے ہیں اور تھوڑی دیر بعد میرا بائی کو جو جھانسی دربار کی سب سے اچھی اور مشہور رقاصہ ہے لے کر آتے ہیں۔ میرا بائی پردہ کے پاس آکر مجرا بجا لاتی ہے۔ بعد ازاں رقص شروع ہوتا ہے۔ میجر صاحب خوش ہو کر رقاصہ کو انعام دیتے ہیں۔ گنگا بائی دبے پاؤں پس پردہ آکر چاروں طرف جھانکتی ہے اور پھر رانی کو اشارہ سے بلاتی ہے مگر رقص و سرود کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے]

رانی۔ لالہ جی! میرآبائی اور سازندوں کو معقول انعام دیا جائے۔ ان لوگوں نے آج بڑی محنت سے میجر صاحب اور اہلِ دربار کا جی خوش کیا ہے۔

{ میرآبائی جھک کر پہلے پردہ کو، پھر میجر ایلیس، دیوان صاحب، دیگر وزراء اور معززین دربار کو سلام کرتی ہے۔ }

رانی۔ اچھّا تو اب میں میجر صاحب سے بات چیت کرنے کے لئے تیّار ہوں، پتا جی آپ، دیوآن صاحب اور سب لوگ یہاں سے جاسکتے ہیں کیونکہ میں میجر صاحب سے تخلیہ میں گفتگو کرونگی۔

{ میجر ایلیس، دیوآن اور ماما صاحب جلد جلد ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ دیوان کے اشارہ سے سب لوگ ہٹ جاتے ہیں۔ }

نرسنگھ۔ رانی صاحبہ! یقیناً میں، اور سب لوگ آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہیں لیکن میجر صاحب نے ہم سے فرمایا ہے کہ ان کا رانی

صاحبہ سے تخلیہ میں ملنا ممکن نہ ہوگا۔ ان کو اندیشہ ہے کہ اگر انہوں نے یور ہائنس سے تخلیہ میں ملاقات کی تو ان کے اس فعل کو آپ کی نیابت تسلیم کر لینے کے مترادف سمجھا جائیگا۔ اس لئے میجر صاحب مجبور ہیں کہ آپ سے گفتگو کرنے کے وقت جھانسی راج کے تمام وزراء موجود رہیں حضور میری اس ناچیز گذارش کو قبول فرمائیں کیونکہ موجودہ صورتِ حال ہم سب کیلئے بہت نازک ہے۔

رانی۔ (بگڑ کر کھڑی ہو جاتی ہے) اچھا تو یوں کہئے کہ ملکہ معظمہ اور گورنر جنرل کا نمائندہ جھانسی میں صرف اس لئے آتا ہے کہ وہ ریاست کے خلاف ریاست کے ملازموں سے ساز باز کرے کیا ان معزز صاحب بہادر کا جھانسی راج سے اظہارِ محبت اور میرے محترم پتاجی اور لائق وزیروں کا مجھ سے اظہارِ وفاداری اسی طرح ہونا چاہیئے۔

ماما صاحب۔ بیٹی شانتی سے کام لو۔ تم نہیں سمجھتیں کہ تمہارا ایسا کہنا ہمارے معزز مہمان پر ظلم کرنا ہے جس طرح ہم لوگ یعنی تمہارے

ملازم تمہاری ہر بات کی تعمیل کرتے ہیں اسی طرح میجر صاحب بھی اپنے افسرانِ بالادست کے احکام کی تعمیل کر رہے ہیں جب تک انگریزی اربابِ حل و عقد کمار صاحب کی متبنیت تسلیم نہیں کر لیں گے۔ اُس وقت تک میجر صاحب صرف دیوان صاحب اور وزیروں سے تعلق رکھنے پر مجبور ہیں۔ اصول یہی ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ان سے جھانسی راج اور دیگر ریاستوں میں امتیاز کرنے کی توقع رکھی جائے۔

رانی۔ (تلخ لہجہ میں) اچھا اگر میجر صاحب مجھے جھانسی راج کا نمائندہ سمجھ کر ملاقات نہیں کر سکتے تو مجھ سے عورت ذات ہی سمجھ کر بات چیت کریں، دنیا کا کوئی قاعدہ اس امر میں مانع نہیں کہ مرد کسی عورت سے بات چیت کرے اور خصوصاً انگریزوں میں تو کوئی ایسا قاعدہ ہے ہی نہیں کیونکہ یہ لوگ عورتوں سے بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔

میجر۔ (مصالحانہ لہجہ میں) رانی صاحبہ! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی دعوت قبول کرنا میرے لئے بہت کچھ باعثِ عزت ہوگا۔ لیکن

میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ آپ عدولِ حکمی کی سزا میں میری بے عزتی اور ملازمت سے برطرفی کو گوارا کریں گی۔

رانی۔ لیکن اگر آپ مجھ سے چند لمحے اس طرح باتیں کر لیں جیسے ایک مرد کسی عورت سے گفتگو کرتا ہے تو اس کی خبر کس کو ہوگی؟ میں وعدہ کرتی ہوں کہ جہاں تک میرا تعلق ہے اس واقعہ کی کسی کو اطلاع نہ ہوگی۔ خواہ کمار آنند راؤ کی متبنیّت کے بارہ میں آئندہ کچھ بھی ہوتا ہے اور آپ اس بات سے بھی مطمئن رہیں کہ نہ دیوان صاحب، نہ دیگر وزراء اور نہ میرے والد اس بارہ میں کوئی گفتگو کریں گے کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ انگریزوں سے بگاڑ نہ ہو۔ (طنزیہ لہجہ میں) یا یوں کہئے کہ وہ زبان سے ظاہر کرتے ہیں۔

{ دیوان صاحب، ماما صاحب اور دوسرے دونوں وزیر گھبرا جاتے ہیں اور ندامت سے سرنگوں ہو جاتے ہیں }

میجر۔ (نرم ہو کر) بہت اچھا رانی صاحبہ! اگر آپ یہ معاملہ اس طرح رکھنا

چاہتی ہیں تو بہتر ہے میں تیار ہوں (دیوان صاحب) چونکہ رانی صاحبہ کا منشا یہی ہے اس لئے آپ ہم کو تنہا چھوڑ سکتے ہیں لیکن یاد رہے کہ باہر ایک حرف زبان سے نہ نکلے۔

رانی۔ اور سنو اس کے لوگوں کے بھی کان کھول دیئے جائیں کہ اگر کسی قسم کی سرگوشیاں میرے لئے ہوئیں تو سخت سزا دونگی۔

{نرسنگھ ماما صاحب کی طرف آنکھ سے اشارہ کرتا ہے بعدازاں پردہ کو سلام کر کے چل دیتا ہے۔ دیگر وزرا بھی سامنے کے دروازہ سے اس کے پیچھے پیچھے چلے جاتے ہیں}

ماما صاحب۔ (پردہ کے پاس جاکر) میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ میرا یہاں سے چلا جانا پسند نہ کریں گی۔ کم از کم رعایا کے خیالات اور محسوسات کا تو آپ کو ضرور خیال ہونا چاہیئے کیونکہ وہ لوگ ضرور اعتراض کرینگے کہ سورگیہ راجہ کی بیوہ رانی ایک انگریز سے تنہا ملاقات کرتی ہے۔ دل میں سوچ لو کہ ہمارے دشمن بندیلکھنڈ والے یہ افواہ سن کر کیا

کہیں گے کہ جھانسی کی رانی نے ایک انگریز افسر سے تنہا ملاقات کرنے پر اصرار کیا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ میجر صاحب میری اس آزادی کو معاف فرمائیں گے کہ میری گفتگو میں ان کا نام آیا۔

[میجر صاحب کی طرف دیکھ کر آہستہ سے آداب عرض کرتا ہے]

رانی - پتاجی! چونکہ آپ نے صاف گوئی سے کام لیا ہے اس لئے اگر میں بھی آپ کو صاف گوئی سے جواب دوں تو کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی۔ میں پوچھتی ہوں کہ آپ کو میرے جذبات کا خیال اس وقت نہ آیا جب آپ نے مجھے ایک ایسے شخص کے حبالۂ نکاح میں دے دیا جو عمر میں میرے نانا کے برابر تھا اور قوائے جسمانی کے لحاظ سے قطعی بیکار۔ آپ کو اُس وقت کچھ خیال نہ آیا جب آپ نے مجھے اوائل عمر کی بیوگی کی مصیبت میں پھنسایا۔

{پردہ ہٹا کر میجر ایلیس کے سامنے آجاتی ہے جو رانی کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔}

پتاجی! اب میں اپنی ذات اور اپنی زندگی کی آپ مالک رہونگی اور اپنے اغراض و مقاصد اور جھانسی کے لئے جان قربان کردونگی مجھے راجہ گنگادھر راؤ کی رانی بناکر آپ اس مرتبۂ اعلےٰ پر پہنچ گئے ہیں جس کی آپ کو تمنا تھی اب اس اعزاز و منصب کو قائم رکھئے۔ لیکن آئندہ اپنے معاملات طے کرنے کیلئے مجھے آزاد چھوڑ دیجئے۔

(ماما صاحب کسی قدر کشمکش و پیچ کے بعد رانی اور میجر ایلیس کو جھک کر سلام کرتا ہے اور کمرہ سے نکل جاتا ہے۔ رانی اِدھر اُدھر دیکھ کر مسند پر بیٹھ جاتی ہے۔ میجر صاحب بھی سرک کر رانی کے قریب ہو جاتے ہیں اور گنگا بائی اُٹھ کر کمرے کے ایک گوشہ کنار میں چلی جاتی ہے۔)

رانی۔ (کچھ سکوت کے بعد حزیں آواز سے) میجر صاحب! کیا ملکہ معظمہ بھی کبھی تنہائی محسوس کرتی ہیں؟

میجر۔ (سٹ پٹا کر) رانی صاحبہ! اس امر پر میں نے کبھی غور نہیں کیا لیکن

قیاس یہی کہتا ہے کہ اور لوگوں کی طرح ہماری نیک اور شریف ملکہ وکٹوریہ بھی ضرور کبھی تنہائی محسوس کرتی ہو نگی۔ اگرچہ ان کی شادی کو اب تیرہ سال سے زیادہ گذر چکے ہیں اور اپنی اہلی زندگی سے وہ بہت خوش ہیں۔

رانی۔ کہتے ہیں کہ وہ اپنے شوہر سے بہت محبّت کرتی ہیں اگر خدانخواستہ ان کے موجودہ شوہر کا انتقال ہو جائے تو کیا آپ کے خیال ہیں وہ دوسرا نکاح کرلیں گی؟ آپ کے یہاں ازدواج ثانی کا رواج ہے یا نہیں؟

میجر۔ ہاں رانی صاحبہ! ہمارے یہاں اس کا رواج ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہماری قوم کی وہ تمام عورتیں جو بیوہ ہو جاتی ہیں۔ دوسرا شوہر کرلیتی ہیں۔ ہماری قوم کی بعض بیوائیں اپنی محبت میں اس قدر صادق ہوتی ہیں کہ وہ بیوہ ہونے کے بعد اپنے شوہر کے نام پر بیٹھی رہتی ہیں اور یونہی زندگی گزار دیتی ہیں۔ ہاں بعض ایسی ہیں

جو دوسرا نکاح کرنا پسند کرتی ہیں یا حالات انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں لیکن ان کی تعداد اُن سے بہت زیادہ ہے (کسی قدر مسکرا کر) کہتے ہیں کہ کنوارے مرد، جیسا کہ مَیں ہُوں، بیوہ عورتوں کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں اور اسی وجہ سے انگلستان میں یہ مثل مشہور ہے کہ "بیوہ عورتیں خطرناک ہوتی ہیں"۔

رانی۔ آپ نے یہ تو ضرور سُنا ہوگا کہ کلکتے میں اس معاملہ پر بحث ہو رہی ہے کہ ہندو عورتوں کو دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دی جائے۔

میجر۔ (رانی کی طرف غور سے دیکھ کر) ہاں! مَیں نے یہ بات سُنی ہے اور مجھے اس معاملہ سے دلچسپی بھی ہے۔ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

رانی۔ (چھت کی طرف دیکھتے ہوئے) ہاں معمولی درجہ کی عورتوں کیلئے تو یہ تجویز بہت مفید ہو سکتی ہے لیکن اُونچی ذات کی کوئی ہندو بیوہ، اگر دل میں یہ خواہش رکھتی بھی ہو تو دوسرا شوہر کرنے کی جسارت نہیں کریگی کیونکہ ایسا کرنے سے ہندو سوسائٹی میں وُہ اس قدر حقیر و ذلیل

ہو جائیگی کہ لوگ اسے اچھوت کی طرح سمجھنے لگیں گے اور وہ زندگی پہ موت کو ترجیح دینا پسند کریگی۔

میجر۔ تو کیا رانی صاحبہ! آپ کے خیال میں ایک اونچی ذات کی ہندو بیوہ کے لئے یہی زندگی مناسب ہے کہ وہ دنیا بھر سے الگ تھلگ رہے۔

رانی۔ میجر صاحب! ہمارے یہاں کے رسم و رواج کا سمجھنا آپ کیلئے اسی قدر مشکل ہے جس قدر ہمارے لئے آپ کے رسم و رواج کا سمجھنا ہندو عورتوں کی پرورش اس عقیدہ کی فضا میں ہوتی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کا ایک جزو لاینفک ہے جس کے بغیر اس کی زندگی مکمل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں کسی ہندو لڑکی کو اچھا شوہر مل جاتا ہے تو وہ فرض سمجھتی ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد بھی وہ اس کی وفادار رہے۔ اسی وجہ سے ہندو بیوائیں ستی ہو جایا کرتی تھیں مگر چونکہ سرکار انگریزی نے ستی کی رسم ممنوع قرار دے دی ہے اس لئے وہ اپنے شوہر سے

دیگر طریقوں پر اظہارِ وفاداری کرنے پر مجبور رہوتی ہے۔ اسی سبب سے
مَیں خیال کرتی ہُوں کہ ہندؤوں میں اُونچی ذات کی بیوائیں دوسری
شادی کرنا بھی پسند نہ کرینگی۔

میجر۔ لیکن ان عورتوں کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے جن کی اہلی زندگی
مسرور ثابت نہیں ہوتی؟ یا جن عورتوں کے خاوندوں نے ان سے
بُرا برتاؤ کیا تھا کیا وُہ بھی اپنے پہلے شوہر کے نام پر وفادار بھی رہیں؟

رانی۔ ان کیلئے یہی بہتر ہے کہ وُہ اپنے خاندان کی وفادار رہیں، اپنی ذات
یا برادری پر جان نثار کر دیں یا اپنے راج کی خدمت کرتے کرتے
فدا ہو جائیں (مسند سے اُٹھتے ہوئے) یہی وُہ اغراض ہیں جن کی تکمیل
کیلئے اب میں زندہ ہوں، اور میجر صاحب! یہی وُہ مقاصد ہیں جن کیلئے
مَیں نے آپ سے تنہا بات چیت کرنے کی خواہش کی۔

میجر۔ (خود بھی اُٹھتے ہُوئے) رانی صاحبہ! تاحدِ امکان مجھے آپ کی مدد
کرنے میں بیحد مسرّت ہوگی........ مَیں آپ کے خیالات و جذبات

کو سمجھتا اور ان کو بنظرِ استحسان دیکھتا ہوں۔

رانی۔ (جذبات کو روکتے ہوئے) میجر صاحب میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں آپ پر بھروسہ کر سکتی ہوں لہذا میں جو کچھ بھی آپ سے کہونگی وُہ بالکل صاف صاف کہونگی۔ آج شام جب میں نے آپ سے تنہا ملنے پر اصرار کیا تھا تو میں یہ چاہتی تھی کہ آپ سے دو سوال دریافت کروں۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ جب متوفی راجہ نے آنند کمار کی صغر سنی میں مجھے جھانسی راج کیلئے نائب السلطنت نامزد کرنا چاہا تو آپ نے اس کی مخالفت کیوں کی تھی؟

میجر۔ (سرنگوں ہو کر غور کرتا ہے) اچھا اب میں آپ سے تمام حقیقت ظاہر کئے دیتا ہوں بشرطیکہ آپ رازداری کا وعدہ فرمائیں (رانی سر کے اشارہ سے وعدہ کرتی ہے) وجہ یہ تھی کہ میں آپ کے وزیروں کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھتا تھا اس لئے میرے دل میں اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ آپ کے باپ کے ساتھ مل کر محض اپنے ذاتی اغراض کے لئے

جھانسی راج میں سیاہ و سفید کے مالک ہو جائیں گے اور اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے آپ کو آلۂ کار بنا لیں گے۔

رانی۔ کیا اب بھی آپ کا خیال وہی ہے؟

میجر۔ نہیں رانی صاحبہ! اب میں ایسا نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اب تو یہ خیال ہے کہ جس طرح اہلیا بائی نے اندور کو بچایا غالباً اسی طرح آپ بھی جھانسی راج کو بچا سکیں گی۔

رانی۔ (مذہبی جوش میں آکر) آہ میجر صاحب! کاش میں دیوی سری اہلیا بائی کے نقشِ قدم پر چلنے کے قابل ہوتی۔

میجر۔ اور رانی صاحبہ! آپ کا دوسرا سوال؟

رانی۔ (پہلے پس و پیش کرتے ہوئے اور پھر جرأت کے ساتھ) میجر صاحب! آپ ایک قابلِ اعتماد دوست ہیں لہذا مناسب ہوگا کہ ہم دونوں صفائی سے گفتگو کریں (آواز دھیمی کر کے) میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ جو مصیبت جھانسی راج پر نازل ہوتی نظر آتی ہے کیا وہ

گورنر جنرل سے لے کر آپ تک کسی شخص کو کچھ دے دلا کر ٹل سکتی ہے؟
اگر ایسا ہو سکتا ہے تو ازراہِ مہربانی بتائیے کہ کتنی رقم کس کو نذر کی جائے
(بلند آواز سے) جو کچھ بھی ہو میں نے جھانسی کو بچانے کا تہیہ کر لیا ہے۔

میجر۔ (اُٹھ کر گویا جانا چاہتا ہے) رانی صاحبہ! آپ اپنا اور میرا دونوں
کا وقت ضائع کر رہی ہیں۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا اور سرکار انگریزی
کے ساتھ رشوتوں سے معاملہ طے نہیں کیا جاتا۔

رانی۔ (طنزیہ) ممکن ہے میجر صاحب زمانہ بدل گیا ہو لیکن آدمی جیسے
تھے ویسے ہی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ آج کل انگریزی افسران اپنے
لئے روپیہ نہ لیتے ہوں مگر جس گورنمنٹ کے وہ ملازم ہیں وہ روپیہ
کے بجائے ہماری املاک اور جائدادیں غصب کرتی رہتی ہے (کسی
قدر نرمی سے) میجر صاحب! معاف فرمائیے میں آپ کو رنجیدہ کرنا
نہیں چاہتی تھی۔ آپ ایک دل شکستہ اور مصیبت زدہ عورت کی
ہفوات کو معاف کر دیجئے۔ کیونکہ وہ دُنیا کے طور و طریق سے واقف

نہیں۔

میجر۔ (رانی کی طرف متوجہ ہو کر) میں تو آپ سے پیشتر ہی عرض کر چکا ہوں کہ اپنی قابلیت کی حد تک میں آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ میں اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہوں؟

رانی۔ (دھیمی مگر لجاجت آمیز آواز میں) میجر صاحب! مجھے آپ کی مدد سے زیادہ کچھ اور درکار ہے آپ مجھ سے اس بات کا وعدہ کیجئے کہ میری جھانسی مجھ سے نہ چھینی جائیگی۔ یہ میری جان ہے، یہ میری اولاد ہے، یہی میری زندگی کا سہارا ہے اور خواہ کچھ ہو، میں جھانسی کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دونگی۔

تھوڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر دیکھتے ہیں۔ اسی اثنا میں کسی پٹاخہ یا کسی چیز کے دھماکے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ دونوں چونک جاتے ہیں اور آواز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ گنگا بائی دوڑ کر شہ نشین کی طرف جاتی اور فوراً

(چلّاتی ہوئی واپس آکر کہتی ہے "آتشبازی شروع ہو گئی ہے" یہ کہہ کر وہ پھر شہ نشین کی طرف دوڑ جاتی ہے اور وہاں "کمار آنند کی جے" کے نعروں میں شریک ہو جاتی ہے۔ جو مجمع کی طرف سے بلند ہو رہے ہیں)

میجر۔ رانی صاحبہ! یہ ممکن ہے کہ ہم انگریز لالچی، سخت گیر یا غاصب ہوں لیکن جب ہم کسی شخص میں جرأت و دلیری کا جوہر دیکھتے ہیں تو اُسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ آپ کی قربانی غیر ضروری ہے۔ اگر جھانسی کو بچانے کیلئے کوئی تدبیر ہو سکے گی تو آپ یقین رکھیں کہ میں اُسے ضرور انجام دوں گا۔

(جھک کر آداب بجالاتا ہے اور جھکا ہی جھکا اُلٹے پاؤں ہٹ کر کمرے سے چلا جاتا ہے۔)

رانی۔ (دو تین مرتبہ سلام کرتے ہوئے) شیوجی مہاراج، وشنو بھگوان، اور برہماجی آپ کی مدد کریں۔ اور آپ کی بے غرضانہ کوششوں کو کامیاب بنائیں۔ (میجر کے جاتے ہی وہ شہ نشین

کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ ہائے یہ آوازیں میرے دل میں کیسا ہنگامۂ بیم و رجا پیدا کر رہی ہیں۔

دُوسرا ایکٹ

پہلا منظر

یکم مارچ ۱۸۵۷ء کی سہ پہر، گورنمنٹ ہاؤس کلکتہ کے جنوبی
حصّہ میں گورنر جنرل کی اگزیکٹو کونسل کا اجلاس ہو رہا ہے
جس میں گورنر جنرل اور چار معمولی ممبر موجود ہیں۔ کمرہ وسیع
مربع اور بلند ہے۔ پچھلی دیوار میں دو بلند کھڑکیاں ہیں جن سے
خانہ باغ نظر آرہا ہے۔ ایک لمبا پنکھا ہاتھ سے کھینچنے والا
لٹکا ہوا ہے جس کے نیچے ایک ہلالی میز بچھی ہوئی ہے میز
کے پیچھے ایک سُرخ کرسی کسی قدر بلند رکھی ہوئی ہے۔ میز

جھانسی کی رانی

کے داہنے بائیں تین تین کرسیاں اور ہیں۔ کمرہ مختلف قسم کے
سامان سے آراستہ ہے۔ بلند کرسی کے سامنے وارن ہسٹینگز
کی قد آدم تصویر آویزاں ہے۔ ہر کرسی کے سامنے بڑی بڑی
دواتیں، کاغذ اور پر کے قلم سجے ہوتے ہیں۔ اونچی کرسی لارڈ
ڈلہوزی گورنر جنرل کی ہے اس کے داہنی طرف گورنمنٹ
سیکرٹری مسٹر جے۔ پی گرانٹ کی نشست ہے جس کے
آگے سرکاری کاغذات کا ڈھیر ہے۔ بائیں طرف کونسل
کے سینئر ممبر مسٹر جے۔ اے ڈورین کی نشست ہے اور اس
کی بائیں ہاتھ مسٹر ہالیڈے ممبر کونسل کی کرسی ہے۔ سیکرٹری
کے داہنی طرف کرنل جان لو کی کرسی ہے۔ یہ اینگلو انڈین
وضع کے ایک شگفتہ مزاج اور تنومند انسان ہیں اور دیگر
انگریزوں سے کسی قدر مختلف نظر آتے ہیں کیونکہ اگرچہ ان کا
لباس صحیح انگریزی قطع کا ہے لیکن دیسی کپڑے کا اور

جھانسی کی رانی

بیل کا سلا ہوا ہے۔ کالر کے بجائے ان کے گلے میں
ہندوستانی ریشم کا گلو بند ہے۔ عمر اگرچہ ساٹھ سال کی
ہے لیکن کاٹھی اچھی ہے۔ دوسرے انگریز گلچھے رکھے
ہوئے ہیں مگر کرنل صاحب کی داڑھی مونچھ صاف ہے
چھوٹا سا چاندی کا حقہ ہاتھ میں ہے اور وہ باتیں کرتے
کرتے کش لگاتے رہتے ہیں۔ لارڈ ڈلہوزی، پستہ قد،
نازک اندام مگر نستعلیق وضع کا آدمی ہے چہرے سے فطانت
اور امارت برستی ہے۔'

پردہ اٹھتا ہے تو مسٹر ڈورین، ہالیڈے اور گرانٹ
اپنی اپنی جگہ بیٹھے گپ شپ کرتے نظر آتے ہیں مگر
گرانٹ سرکاری کاغذات کا بھی مطالعہ کرتا جاتا ہے
پنکھا بند ہے۔

ڈورین۔ میں امید کرتا ہوں کہ آج مسٹر لو (Low) اپنے آپ کو بیوقوف

ثابت نہیں کرینگے۔ میں نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ ہزاکسلنسی گورنر جنرل برہما سے نہایت خستہ و پریشان واپس آئے ہیں اور وہ لغو باتیں سننا پسند نہیں کرینگے۔

ہالیڈے۔ میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ تم کے دل میں کیا سمائی ہے کہ وہ ہمیشہ گورنر جنرل سے جھگڑا کرتا رہتا ہے۔ میں انہیں ہمیشہ سمجھاتا رہتا ہوں کہ جو بات لارڈ ڈلہوزی کے دل میں سما جاتی ہے وہ اس کو پورا کر کے رہتے ہیں۔ اِس لئے اس معاملہ میں ان کی مخالفت کرنا بے سود ہے۔ مجھ سے زیادہ لارڈ ڈلہوزی کو اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ اس قسم کے آدمی ہیں کہ ہمیشہ اپنے دل کی بات کرتے ہیں اور اب جبکہ جدید قانون کے ذریعہ سے گورنر جنرل کو یہ اختیار حاصل ہو گیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے کونسلروں کی نہ مانے، تو وہ اپنے دل کی بات آئینی طور پر بھی پوری کر سکتے ہیں۔ مگر یہ کمبخت کچھ دیکھتا ہی نہیں، وہی پرانا راگ الاپے جاتا ہے کہ لارڈ ایلنبرا اور لارڈ

بنٹنگ نے یہ کہا تھا اور لارڈ منرو اور لارڈ انفسٹن نے یہ کہا بھلا یہ کونسی عقل کی باتیں ہیں۔

ڈورین۔ مگر گرانٹ! اب مسٹر لو کی پنشن ہیں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ اگر وُہ موجودہ حکومت سے غیر مطمئن ہیں تو کیوں اپنی پنشن کے کاغذات پیش نہیں کر دیتے۔

گرانٹ۔ فوجی پنشن تو ان کو فوراً مل سکتی ہے کیونکہ اب ان کی عمر ساٹھ برس کی ہوگئی ہے۔ رہا معاملہ سول پنشن کا تو جتنے سال وُہ محکمہ سول میں کام کریں گے اسی نسبت سے انہیں پنشن کا استحقاق ہوگا۔

ڈورین۔ اچھا اگر آج بھی اُنہوں نے حسبِ معمول وہی باتیں کہیں تو میں ان سے بھری کونسل میں صاف صاف کہدوں گا کہ اگر آپ گورنمنٹ کی پالیسی سے موافق نہیں ہیں تو مستعفی ہو جایئے۔ مَیں یقین کرتا ہوں کہ اگر پوری کونسل نے میری تائید بھی کی تو لارڈ ڈلہوزی ضرور میرا ساتھ دیں گے۔ علاوہ ازیں مجھے کرنل لو کی یہ بات سخت ناگوار

گزرتی ہے کہ جب کبھی اختلاف ہوتا ہے تو وہ اپنے اور گورنر جنرل
کے درمیان مجھے حکم قرار دیتے ہیں میں علیحدگی میں کرنل سے بار بار کہہ
چکا ہوں کہ لارڈ ڈلہوزی جیسے ہمالیہ پہاڑ سے ٹکرا کر میں اپنا مستقبل
خراب کرنا نہیں چاہتا مگر ان کی سمجھ ہی میں نہیں آتا۔

ہالیڈے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ گورنر جنرل پر کسی قسم کے اثر ڈالنے کا ہمارے
لئے کوئی موقعہ نہیں۔ وہ اپنی کونسل کو ایسا سمجھتے ہیں گویا وہ ان کے
فیصلوں پر عمل کرنے کی ایک مشین ہے۔ وہ ہماری رائے کو ٹھکرا سکتے
ہیں اور ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں پھر جو کاروائیاں کسی نہ کسی طرح ہونے
ہی والی ہیں ان کی مخالفت کرنا کونسی دانشمندی ہے؟

ڈورین۔ (گھڑی دیکھ کر) اب کام شروع ہونا چاہیئے تھا۔ ہز اکسلنسی نے
کتنی دیر کے بعد آنے کو فرمایا تھا؟

گرانٹ۔ (گھڑی دیکھ کر) انہوں نے فرمایا تھا کہ جونہی ڈاکٹری معائنہ ختم
ہو جائیگا وہ فوراً چلے آئیں گے۔ ڈاکٹر صاحبان ہز اکسلنسی کی صحت

کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ وُہ انہیں یہاں زیادہ دیر تک رہنے کی اجازت نہ دینگے۔ یہی باعث ہے کہ اس طویل ڈاکٹری معائنہ کی ضرورت ہوئی۔

ڈورین ۔ اور کرنل کو ابھی تک کیوں نہیں آئے۔ انہیں تو یہاں وقت پر پہنچ جانا چاہئے تھا۔

گرانٹ ۔ (طنزیہ لہجہ میں) وُہ برابر کے ایک کمرہ میں جھانسی کی رانی سے بات چیت کر رہے ہیں۔ جونہی وُہ یہ خبر سُنیں گے کہ گورنر جنرل ایوانِ کونسل میں آرہے ہیں وُہ بھی یہاں چلے آئیں گے۔

ڈورین و ہالیڈے ۔ (تعجب سے) جھانسی کی رانی!

ڈورین ۔ (تحکمانہ لہجہ میں) مسٹر گرانٹ! وُہ یہاں کس کے حکم سے آئی؟

ہالیڈے ۔ کیا ہز اکسلنسی نے حکم دیا تھا کہ آج وہ یہاں موجود رہے؟

گرانٹ ۔ حضرات! اس بارہ میں مجھ سے کچھ نہ پُوچھئے۔ کیونکہ آپ کی طرح مجھے بھی اس معاملہ سے کوئی آگاہی نہیں۔ مَیں اس معاملہ میں آپ کو

صرف اس قدر بتا سکتا ہوں کہ اسی جلسہ میں حاضر ہونے کے لئے

میں اپنے دفتر سے چلنے لگا تو میرے پاس ایک رقعہ پہنچا جس میں

لکھا تھا کہ جھانسی کی رانی کو آج یہاں لانے کی ذمہ داری کرنل لو

اپنے سر لے رہے ہیں کہ شاید آخری فیصلہ کرنے سے پیشتر گورنر جنرل

یا کونسل جھانسی راج کے بارہ میں ان سے کوئی بات چیت کرنا

چاہے۔ جب میں گورنمنٹ ہاؤس پہنچا تو معلوم ہوا کہ جھانسی کی رانی

آچکی ہے اور برابر کے کمرہ میں ٹھہرا دیا گیا ہے۔ اس سے تھوڑی

دیر بعد کرنل لو نے مجھ سے کہلا بھیجا کہ انہوں نے فوجی معتمد سے کہہ دیا

ہے کہ وہ گورنر جنرل کی نقل و حرکت سے اطلاع دیتے رہیں تاکہ ان

کے آنے سے قبل وہ ایوانِ کونسل میں آجائیں۔

ہالیڈے۔ (دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر) اب تو معاملات بد سے بدتر

ہوتے جا رہے ہیں اگر ہز اکسلنسی کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان کے پیچھے لگانے

کے لئے ایک عورت کو خفیہ طور پر گورنمنٹ ہاؤس میں لایا گیا ہے تو وہ

کیا کہیں گے؟

ہالیڈے ۔ (غصہ سے) ایسی گستاخی تو کبھی دیکھی نہ سُنی۔ کہتے ہیں کہ جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وُہ شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ بالکل یہی حال لو کا ہے۔ یقیناً اس کی قضا آئی ہے۔

(عین اُسی وقت کمرہ کے داہنی طرف ایک دروازہ کُھلتا ہے اور کرنل جان لو مُسکراتے ہُوئے اور ہاتھ میں حقہ لئے داخل ہوتے ہیں اور ڈوریَن اور ہالیڈے کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں اپنی نشست کی طرف بڑھتے ہوئے)

لو۔ کیوں کیا معاملہ ہے! آج تو تم لوگ بہت پھُولے ہوئے نظر آتے ہو۔ صورتوں پر متانت کی پھٹکار برس رہی ہے۔ ہونہہ! خدا کا شکر ہے کہ میرے اجداد میں بعض آئرلینڈ کے رہنے والے تھے اور اسی لئے یہ بات مجھے معلوم ہے کہ جب امورِ سلطنت انجام دینا ہُوں تو ماتم زدہ بن کر نہ بیٹھنا چاہئے۔ ہندوستان کو ان لوگوں نے حاصل کیا ہے

جو سخت سے سخت مصیبت کے وقت بھی ہنستے بولتے اور شگفتہ مزاج رہتے تھے۔ لیکن آج وُہ زمانہ ہے کہ لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ جب تک اعلیٰ احکام کوٹ پتلون سے سجے ہُوئے نہ ہوں اور تحصیل کے خزانچیوں کی طرح رُوکھا منہ بنائے نہ رہیں اس وقت تک داد جہانبانی نہیں دی جا سکتی۔

[کرنل صاحب اپنی نشست تک پہنچتے ہیں۔ کُرسی پر بیٹھ کر گردن سینہ پر جھکا لیتے ہیں اور سامنے کی طرف ٹانگیں پھیلا کر خود بخود کچھ بکتے رہتے ہیں۔ دوسرے حاضرین ان کی طرف توجہ نہیں کرتے]

لو۔ (آپ ہی آپ) اُفوہ! کس قدر انقلاب ہو گیا ہے۔ جو صورت دورِ زمن نے آج بنا رکھی ہے اسے دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جو آج سے بیس برس پہلے دریائے ہگلی میں کُود پڑا تھا اور بارکپور سے کلکتہ تک تیرتا ہوا آیا تھا جسے نہ ڈوبنے کا ڈر تھا نہ مگرمچھ کا خطرہ اور یہ سب کچھ محض معمولی شرط کی وجہ سے کیا تھا۔ جب تتھس پر نسپ گھا

پر پہنچا تو لیڈیاں جمع تھیں، بینڈ بج رہا تھا اور یہ اپنی شرط کی رقم وصول کر رہا تھا۔ اور ذرا ان کا! مسٹر ہالیڈے کا حلیہ بھی تو ملاحظہ فرمائیے یہ وہی ہیں جو جنرل گف کے ساتھ سکھوں سے لڑے جن کی شجاعت و بسالت کی داستانیں مشہور ہیں اور آج یہ ایسے مرزا پھویا بنے بیٹھے ہیں کہ انہیں گورنمنٹ ہاؤس میں آواز بلند کرتے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے۔

ہالیڈے۔ ہاں تو! سچ کہتے ہو۔

[ہالیڈے بےچینی کے ساتھ ادھر اُدھر دیکھ کر کچھ جواب دینا چاہتا ہے لیکن کرنل تو اس کی پرواکئے بغیر اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔]

لو۔ (سلسلۂ سخن جاری رکھتے ہوئے) اور تو اور ذرا مسٹر گرانٹ کو دیکھیے جو بڑی آزاد رائے والے سمجھے جاتے تھے!! یہ وہی ہیں جو الفنسٹن کے ماتحت تمام نوجوانوں میں سب سے زیادہ ہونہار تھے یہ وہی ہیں جنہیں اس لئے کلکتہ لایا گیا تھا کہ یہ ہمیں حکومت چلانے کے طریقے

سکھائیں گے مگر اُف رے انقلاب، کس کو یقین آسکتا ہے کہ جو شخص بمبئی کے گورنر کا دست راست تھا آج وہ ہز اکسلنسی لارڈ ڈلہوزی کے دفتر کا صرف کلرک اور بوٹ صاف کرنے والا بن گیا ہے۔ ہائے!

ہالیڈے۔ (غضب ناک ہو کر) سنئے جناب! میں آپ سے صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ مجھے یہ مسخرہ پن پسند نہیں اور اگر آپ یہ سمجھتے ہوں کہ جھانسی کی رانی کو یہاں لاکر آپ نے جس چھچھورے پن کا اظہار کیا ہے اس پر آپ کے مسخرہ پن سے پردہ پڑ جائیگا تو آپ سخت غلطی پر ہیں۔ آنے دیجئے ہز اکسلنسی کو یہاں میں فوراً کہہ دونگا کہ ایک عورت گورنمنٹ ہاؤس میں اس طرح لائی گئی ہے۔

{لمحہ بھر سکوت۔ تو اپنے پاؤں سمیٹ لیتا ہے اور ایک خاص شان کے ساتھ حقہ لئے ہوئے اُٹھتا ہے اور ہالیڈے کے سامنے پوری طرح اکڑ کر کھڑا ہوتا ہے اور تیز و تند نگاہوں سے دیکھتا ہے۔}

لو۔ سنو ہالیڈے! آج تک کسی ایسے شخص نے جان لو پر چھپورے پن یا بزدلی کا الزام نہیں لگایا جسے اس کا مزہ نہ چکھا دیا گیا ہو، اس لئے تم اپنے الفاظ فوراً واپس لو ورنہ کونسل کے بعد تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

ڈورین۔ کرنل صاحب! یہ آپ کی تمام اکڑفوں بیکار ہے، بات کرنا ہے تو آدمیت سے کیجئے۔ ہالیڈے یا اس کمرہ میں کوئی اور شخص آپ کی شجاعت اور دلیری کا منکر نہیں لیکن آپ کی صحیح الدماغی پر واقعی ہم سب کو شک ہے۔

لو۔ میری صحیح الدماغی کا امتحان تو بعد میں ہوتا رہے گا لیکن فی الحال معاملہ عزت وخودداری کا ہے۔ اس لئے یا تو ہالیڈے صاحب اپنے الفاظ واپس لیں یا کونسل کے اجلاس کے بعد مقابلہ کے لئے تیار رہیں۔

ہالیڈے۔ (جل کر) کرنل صاحب! اگر آپ کو ایسا ہی خیال ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ آپ کا یہ خیال کر لینا کہ مجھے آپ

کی شجاعت و بسالت میں شک ہے یہ ظاہر کرنا ہے کہ آپ ابھی تک مجھ سے واقف نہیں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ میں دلیری کا مادہ کسی قدر کم ہوتا تو بہتر تھا۔ گورنر جنرل کے علم یا اجازت کے بغیر رانی صاحبہ کو یہاں لانے سے پیشتر آپ کو اس معاملہ پر کافی غور کر لینا لازم تھا اور اب آپ نے ہماری جان نہایت سخت جھگڑے میں پھنسا دی ہے۔ آپ کی حماقت کے باعث ہم سب مصیبت میں مُبتلا ہونگے۔

لو۔ (کھڑے ہوتے اور ہالیڈے کی طرف دیکھتے ہوتے) ہالیڈے! ہم دونوں تقریباً بتیس برس سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ اس عرصہ میں کیا آپ ایک واقعہ بھی ایسا بیان کر سکتے ہیں جس میں جان لو نے اپنے فعل کی ذمہ داری کسی دوسرے کے سر رکھی ہو۔

{عین اس وقت میز کے پیچھے کا دروازہ کھول کر گورنر جنرل کا فوجی سیکرٹری داخل ہوتا ہے اور دروازہ کو ایک ہاتھ سے}

کھُلا رکھ کر اعلان کرتا ہے کہ :- حضرات ! نگاہ رو برو !!
ہزاکسلنسی گورنر جنرل ایوان کونسل میں تشریف لائے ہے
ہیں۔ سنتے ہی ڈورین، ہالیڈے اور گرانٹ مؤدب استادہ
ہو جاتے ہیں۔ اور جب لارڈ ڈلہوزی کمرہ میں داخل ہوتے
ہیں تو سب جھُک کر باادب سلام کرتے ہیں۔ لاٹ صاحب
میز کے اطراف میں ایک سرسری نگاہ ڈال کر اپنی بلند کرسی
کے قریب پہنچ کر پہلے سر جھکاتے ہیں بعد ازاں منہ اُٹھا کر
فرماتے ہیں" میں اگزکٹو کونسل کے افتتاح کا حکم دیتا ہوں"
یہ کہہ کر وہ اپنی کرسی پر متمکن ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ
ہی دیگر ارکانِ کونسل بھی بیٹھتے ہیں۔ لاٹ صاحب کے ہاتھ
میں اب بھی حقہ موجود ہے اگرچہ کش بند ہیں اور سر
جھکائے ہوئے کچھ سوچ رہے ہیں۔ گرانٹ کھڑے ہو کر بعض
کاغذات لاٹ صاحب کے ملاحظے سے گزارتا ہے۔

ڈلہوزی۔ حضرات! آج ہمارے سامنے سب سے زیادہ اہم معاملہ جھانسی راج کا ہے۔ اگر آپ صاحبان پسند کریں تو سب سے پہلے اسی معاملہ پر غور کرلیا جائے۔

[گرانٹ کے سوائے سب ممبر بہت اچھا! کہہ کر منظور کرتے ہیں]

ڈلہوزی۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ جھانسی والا معاملہ گذشتہ دسمبر میں بھی کونسل کے سامنے پیش ہوا تھا اور چونکہ میں اس وقت برہما گیا ہوا تھا۔ اس لئے اس وقت اس معاملہ میں کوئی کارروائی نہیں کی گئی تھی۔

ڈورین۔ یور اکسلنسی! بالکل دُرست ہے۔ چونکہ یہ معاملہ گورنر جنرل کی خاص ذمّہ داری کا ہے اس لئے ہم نے یہ معاملہ یور اکسلنسی کی واپسی تک ملتوی کردیا تھا اور ہدایات جاری کردی تھیں کہ متبنیت کے معاملہ میں گورنمنٹ آف انڈیا کا ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔

(ڈلہوزی سن کر ڈورین کی طرف سر ہلاتا ہے) مجھے یقین ہے کہ

وہ احکام میجر مالکم کے پاس ارسال کر دیئے گئے تھے اور ان کے مطابق عمل کیا گیا۔

[گرانٹ کی طرف متوجہ ہوکر) کیوں مسٹر گرانٹ یہی ہے نا؟]

گرانٹ۔ ہاں حضور اس معاملہ میں ابھی اسی قدر ہوا ہے۔ اگرچہ مقامی افسران متبنیٰ ولیعہد کی متبنیت کے تسلیم کئے جانے کے موافق نظر آتے ہیں لیکن ہم نے ابھی اس بارہ میں کوئی آخری حکم نہیں دیا۔

ڈلہوزی۔ (پہلے کاغذات اور پھر گرانٹ کی طرف دیکھ کر) اچھا تو مسٹر گرانٹ آپ اس معاملہ کے متعلق تمام ضروری باتیں بیان کیجئے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ نے اس معاملہ کے متعلق تمام باتوں کا خلاصہ تیار کر لیا ہوگا۔

گرانٹ۔ یقیناً مائی لارڈ! (ڈلہوزی سے کاغذات لے کر کھولتا ہے اور اس طرح بیان کرتا ہے) اس معاملہ کے متعلق تمام غور طلب اور ضروری امور یہ ہیں:۔ اوّل یہ جھانسی راج ہمیشہ آزاد و خود مختار رہا

ہے اور مرہٹوں کی حکومت کے زمانہ میں جو تعلقات جھانسی کے راجہ سے مرہٹوں کے تھے وہی اب ہمارے ہیں۔ چنانچہ اب اس بارہ میں کوئی سوال باقی نہیں رہا کہ اگر متوفی راجہ کا کوئی براہِ راست وارث نہ ہو تو اس کا فیصلہ کرنا کہ تخت و تاج کا آئندہ مالک کون ہو گا طاقت بالادست کے اختیار میں ہے۔ مرہٹے اپنے اس اختیار پر ہمیشہ مُصر رہتے تھے چنانچہ اب وہی حق و اختیار ان کے بجائے ہم کو حاصل ہے۔ اب اصلی سوال یہ نہیں ہے کہ ہم کو اختیار حاصل ہے یا نہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اب تقاضائے مصلحت کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں دُوسرا نکتہ شروع ہو جاتا ہے اور وُہ یہ ہے کہ اس سے قبل جھانسی کے تخت و تاج کی ملکیت پر دو مرتبہ جھگڑا ہو چکا ہے اور دونوں مرتبہ جس راجہ کو ہم نے تسلیم کیا وُہ کامیاب نہیں ہوا۔ آخری مرتبہ ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ حوالہ کرنے سے پہلے جھانسی راج پر چند سال تک اپنی نگرانی رکھی جائے۔ لیکن بعد کے واقعات سے ہماری

یہ تولیت والی پالیسی بھی ٹھیک نہ رہی اگرچہ اس وقت کا راجہ یعنی گنگا دھر راؤ اپنی رعایا میں بیشک ہر دلعزیز تھا۔ ان واقعات کا یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ جھانسی کی صوبہ داری کو جو بعد میں ریاست کے درجہ کو پہنچ گئی ہم نے کیونکر تسلیم کیا۔ جھانسی راج سے ہمارا سب سے پہلا معاملہ اس وقت کے راجہ شیو راؤ بھاؤ اور ہمارے ذاتی تعلقات پر مبنی تھا۔ اور ان دونوں معاہدوں میں جو ہم نے شیو راؤ بھاؤ اور اس کے بیٹے رامچندر راؤ سے کئے ہیں انہیں ذاتی تعلقات پر زور دیا گیا ہے۔ اب موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ شیو راؤ بھاؤ اور رامچندر راؤ کی نسل سے جو براہ راست تعلق رکھتا تھا وہ راجہ گنگا دھر راؤ تھا جس کا انتقال ہو گیا۔ اور اب ان راجاؤں کی نسل کا جن سے ذاتی تعلقات کی بنا پر پچاس سال سے جھانسی راج پر ہماری سیادت قائم ہے۔ کوئی براہ راست دعویدار نہیں رہا اور یہ متبنیٰ لڑکا آنند کما جس کے لئے رانی لکشمی بائی نے بہت زور شور کے ساتھ دعوے

پیش کیا ہے' انجہانی راجہ سے دُور کے رشتہ کا تعلق رکھتا ہے۔

{گرانٹ مزید معلومات کیلئے اپنے کاغذات دیکھنے لگتا ہے اور ڈوبرین جو موقعہ کی تاک میں تھا کہتا ہے۔}

ڈوبرین۔ اِس معاملہ کے متعلق جہاں تک مجھے یاد ہے وُہ یہ ہے کہ جب کبھی اس ریاست کا نظم ونسق راجہ کے ہاتھ میں رہا آمدنی گھٹتی چلی گئی اور جس زمانہ میں ریاست کا انتظام ہمارے ہاتھوں میں آیا تو آمدنی بڑھ گئی اور ریاست کی مالی حالت ترقی کر گئی۔ کیوں ہے نا مسٹر گرانٹ ؟

گرانٹ۔ ہاں عام طور پر تو یہی کہا جاسکتا ہے۔

لو۔ (جلدی دخل دے کر) لیکن آمدنی کی ترقی کس طرح ہوئی۔ اسی طرح ناکہ ریاست کے سر استمراری بند و بست منڈھ دیا گیا اور جو خانہ خرا کسان رقوم واجب الادا نہ داخل کر سکے انہیں جیل میں ٹھونس دیا گیا۔

ڈلہوزی۔ آرڈر! آرڈر! کرنل صاحب آرڈر!!! ازراہِ مہربانی اپنے الفاظ وہیں تک محدود رکھئے جہاں تک مسئلہ زیرِ بحث کا تعلق ہے۔ (گرانٹ سے) آنجہانی راجہ کو عنانِ حکومت سپرد کرنے سے پہلے ہم نے ریاست کا انتظام کتنے عرصہ تک کیا تھا؟

گرانٹ۔ مائی لارڈ! تقریباً چھ سال تک۔ اور اس دوران میں ریاست کی آمدنی بہت کچھ بڑھ گئی تھی اور تمام نظم و نسق کی حالت بہت اچھی ہو گئی تھی۔

ڈلہوزی۔ متوفی راجہ کے عہد کی ابتداء ہی میں ایسی کیا وجوہ پیش آئے کہ ریاست کا انتظام ہم نے اپنے ہاتھ میں رہنے دیا؟

گرانٹ۔ مائی لارڈ! راجہ گنگادھر راؤ کے باقاعدہ راجہ تسلیم کئے جانے سے پیشتر ریاست کا انتظام ہمارے ہاتھوں میں تھا کیونکہ سابق راجہ کی وفات کے بعد وراثت کا جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا تھا ایسی حالت میں یہ قدرتی امر تھا کہ ہم اس بات کا اطمینان کر لیتے کہ ہونے والا آ

ریاست کے قابل بھی ہے یا نہیں خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ متوفی
راجہ کے زمانہ میں ریاست کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ تفتیش و
تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ راجہ گنگادھر راؤ ایک کمزور عقل و دماغ
کا آدمی ہے۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ جب تک اس امر کا اطمینان نہ
ہو جائے کہ حوالگی راج کے بعد ریاست کا انتظام خراب نہیں ہوگا
ریاست کا نظم و نسق اپنے ہی ہاتھ میں رکھا جائے مگر ۱۸۴۲ء میں
ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر ریاست کی حکومت راجہ کے ہاتھ میں دے دی
جائے تو کوئی نقصان نہ ہوگا۔

لو۔ (گرانٹ سے) اور غالباً یہ بھی تو صحیح ہے کہ گنگادھر راؤ کو ریاست دینے
سے پہلے ہم نے ریاست کا وسیع اور زرخیز علاقہ اس بہانہ سے غصب
کر لیا تھا کہ یہ علاقہ ان مصارف کا معاوضہ ہے جو ہم بندیلکھنڈ رجمنٹ
پر کرتے ہیں؟

ہالبڈے۔ بندیلکھنڈ کی فوج اسی غرض سے وجود میں لائی گئی تھی کہ

جھانسی جیسی ریاستوں کا تحفظ کیا جائے۔

لو۔ (اُچک کر دوسروں کی طرف دیکھتا ہے) بالکل صحیح! میں اس پر اعتراض نہیں کرتا کہ جو رجواڑے اس فوج سے فائدہ اُٹھاتے ہیں ان سے معاوضہ لینے کا ہم کو حق حاصل ہے لیکن کیا تمام رجواڑے اور نواب یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ جو خدمات جلیلہ اس فوج نے انجام دی ہیں ان کا بدل بصورت نقد کس نے مقرر کیا ہے؟ کیا متوفی راجہ جھانسی سے بھی جس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ضعیف عقل و فہم کا آدمی تھا۔ تعین معاوضہ کے بارہ میں مشورہ لیا گیا تھا؟ علاوہ ازیں جو علاقہ فوجی خدمات کے عوض ہم کو حوالہ کیا جانے والا تھا کیا اس کا انتخاب خود راجہ گنگادھر راؤ نے کیا تھا؟

ڈلہوزی۔ آرڈر! آرڈر!! کرنل کو آرڈر!!! آپ کے پیشرو اور ان کے رفقاء کار جو کچھ کر گئے ہیں اس پر نکتہ چینی کرنے میں آپ اپنی حد سے تجاوز کر رہے ہیں جو مسئلہ اس وقت ہمارے زیرِ غور ہے اُس سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں اور میں اس قسم کے سوال اُٹھانے کی ہرگز اجازت

نہیں دونگا۔

لو - (جوش میں آکر کھڑا ہو جاتا ہے) مائی لارڈ! میں التجا کرتا ہوں کہ میرے یہ الفاظ ضبط تحریر میں لائے جائیں کہ بعض ہندوستانی والیانِ ریاست کے معاملہ میں اپنے پیش روؤں کے عمل پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ جس زمانہ کی نسبت یور اکسلنسی نے گیا گذرا زمانہ ارشاد فرمایا ہے وُہ پھر واپس آکر ہم کو پریشان کرنے لگے۔

ڈلہوزی - (سختی سے) کرنل صاحب! یہ آپ کس طرف اشارہ کر رہے ہیں؟

لو - (آہستہ اور سنجیدگی سے) مائی لارڈ! میرا مقصد یہ ہے کہ دیسی رجواڑوں کا جس قدر اعتماد ہم کو حاصل ہوگا اُسی قدر مضبوطی سے ہم اپنے علاقہ پر قابض رہیں گے۔

[ڈلہوزی اپنی کرسی سے اُٹھ کر اِدھر اُدھر بیقراری کے ساتھ ٹہلنے لگتا ہے اور تھوڑی دیر بعد دفعتہً کرنل لو کے پاس رُک کر تیز الفاظ میں خطاب کرتا ہے۔]

ڈلہوزی۔ کرنل لو! مَیں آپ کے خیالات و جذبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہُوں۔ لیکن آپ کی زمانہ شناسی پر آپ کو مبارکباد نہیں دے سکتا۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے ارادے خواہ کچھ ہوں لیکن اس مُلک میں ہماری موجودگی سے نئی نئی قوتیں وجود میں آ رہی ہیں؟۔ ہمارے اغراض و مقاصد خواہ کچھ ہوں لیکن ہم ملک میں نئے نئے معیار قائم کرنے پر مجبور ہیں۔ دولتِ مغلیہ کو محض اسی وجہ سے زوال ہوا کہ وُہ اقتضاءِ زمانہ کو پُورا نہ کر سکی۔ مغل فرمانرواؤں میں یہ قابلیت نہیں تھی کہ وُہ دورِ جدید کے بدلے ہُوئے رنگ ڈھنگ اور بڑھتی ہوئی ضروریات کو دیکھ کر ویسا ہی طریقہ خود بھی اختیار کریں۔ کرنل صاحب ہم اُسی وقت تک کامیاب ہو سکتے ہیں جب ماضی کا خیال کم اور مستقبل کی فکر زیادہ کریں۔ (کرنل کی کُرسی کے قریب آ کر) یہ چھوٹی چھوٹی دیسی ریاستیں جن کے آپ اس قدر دلدادہ ہیں۔ کیا ہیں؟ یہ سب بدانتظامی اور خودغرضی کے مرکز ہیں۔ (اپنی کُرسی پر بیٹھ کر)

جھانسی کی رانی

زمانہ چلا چلا کر حُسنِ نظام، باقاعدگی، اشتراکِ عمل، تعلیم، مستعدی، اور عمدہ ذرائع نقل و حمل کا تقاضا کر رہا ہے اور تاوقتیکہ ہم ایک ترقی پذیر حکومت کے یہ عناصر اس مُلک میں پیدا نہ کر دینگے، ہماری حکومت بھی اس مُلک میں اتنی ہی مختصر ہوگی جتنی کہ مغلوں کی ہوئی میرا مطمح نظر ہمیشہ رعایا کی فلاح و بہبود رہے گا۔ خواہ اس میں مجھے کامیابی ہو یا شکست (سامنے رکھے ہوئے کاغذات کی طرف دیکھ کر) اچھّا اب کام کا سلسلہ جاری ہونا چاہئے۔

ڈورین۔ یور اکسلنسی، مَیں نے جہاں تک اس معاملہ پر غور کیا ہے۔ میرے نزدیک وہی طریقہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو ڈائرکٹروں کی مجلس نے ریاست ستارہ کے متعلق قائم کیا تھا اور جس پر ہم حال ہی میں ناگپور کے بھونسلا خاندان کے متعلق عمل کر چکے ہیں۔ ہمیں جھانسی راج کا الحاق کر لینا چاہئے اور ایسا کرنے کا ہمیں کامل حق ہے۔ رانی کو ایک معقول پنشن دے دی جائے تا کہ وُہ اس کے ذریعے سے اپنی

تمام جائز ضروریات اور خواہشات پوری کر سکے۔

ڈلہوزی۔ آپ کا شکریہ مسٹر ڈورین! آپ کی رائے میری رائے سے بالکل متفق ہے (پہلے ہالیڈے پھر لو کی طرف دیکھ کر) کیا کونسل کے دیگر ممبر صاحبان بھی اس معاملہ میں کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

ہالیڈے۔ میں مسٹر ڈورین اور یور ایکسلنسی کی رائے سے قطعی متفق ہوں۔

{سب کے سب کرنل لو کی طرف دیکھتے ہیں جو کسی خیال میں محو ہے}

ڈلہوزی۔ اچھا تو کرنل صاحب اگر آپ کچھ نہیں فرمائیں گے تو میں یہ سمجھ لوں گا کہ آپ بھی ہم لوگوں سے متفق الرائے ہیں۔ اس صورت میں مجھے صرف یہ کرنا ہے کہ اپنا یہ متفقہ فیصلہ ضبط تحریر میں لے آؤں کہ جھانسی راج کا الحاق کیا ہونا چاہیے بعد ازاں میں اس کے متعلق پورے وجوہ قلمبند کر کے ڈائرکٹروں کی خدمت میں ایک سفارشنامہ ارسال کر دونگا اور بھیجے جانے سے قبل اس سفارشنامہ کا مسودہ

مسٹر گرانٹ آپ لوگوں کے معائنہ کیلئے بھیجدینگے۔

لو۔ (ڈلہوزی کی طرف دیکھ کر) یور اکسلنسی نے رعایا کی فلاح وبہبود کی نسبت جو کچھ فرمایا تھا۔ میں اِس وقت اُسی پر غور کر رہا تھا۔ اور اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ الحاق جھانسی سے قبل ریاست کی رعایا سے استصواب کر لیا جائے کہ وہ ہمارے ماتحت رہنا زیادہ پسند کریں گے یا رانی اور اس کے متبنیٰ بیٹے کے ماتحت۔

ڈلہوزی۔ (غضب ناک ہو کر کرسی سے کھڑا ہو جاتا ہے) کرنل لو میں آپ سے آخری مرتبہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کی مداخلت سے باز آیئے ورنہ مجھے اپنا یہ تکلیف دہ فرض ادا کرنا پڑیگا کہ میں آپ کی شکایت ڈائرکٹروں سے کر دوں۔

لو۔ (آہستہ اُٹھ کر آداب بجالاتا ہے) اگر یور اکسلنسی کا مقصد یہ ہے کہ کونسل کی ممبری سے میرا استعفا طلب کیا جائیگا تو میں یہ نہیں چاہتا

- کہ یور لارڈ شپ اس قدر زحمت گوارا فرمائیں۔ یہ لیجئے میرے کاغذات تیار ہیں (کوٹ کے اندر سینہ کی جیب سے سربمہر لفافہ نکال کر ڈلہوزی کو دکھاتا ہے) اور میں یہ کاغذات ہز اکسلنسی کے حوالہ کرنے کو تیار ہوں مگر ایک شرط ہے۔

ڈلہوزی۔ (حیران ہو کر کبھی لو کی طرف دیکھتا ہے اور کبھی دوسروں کی طرف) کرنل صاحب! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

لو۔ (اپنی کرسی سے ہٹ کر اور گرانٹ کے پیچھے آکر) یور اکسلنسی کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے اپنی عمر کے چالیس سال ہندوستان پر قربان کیے ہیں اور اگر وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں اس وقت ہندوستان کی عنانِ حکومت ہے، یہ سمجھتے ہیں کہ اب میں بیکار اور دقیانوسی ہو گیا ہوں تو میں مردانہ وار ملازمت سے دستبردار ہونے پر آمادہ ہوں بہر حال اگر یور اکسلنسی چاہتے ہیں کہ اب میں چلا جاؤں تو میں یور لارڈ شپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اس طرح جانے کی

اجازت دی جائے جو میری عزت کی شایانِ شان ہو اور یہی وجہ ہے کہ میں شرط پیش کرتا ہوں۔

{ لمحہ بھر سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ سب لوکی طرف دیکھنے لگتے ہیں اور لو ڈالہوزی کے اشارہ کا منتظر ہے۔ ڈلہوزی ہٹ کر ایک کھڑکی کے پاس پہنچ کر باہر کی طرف جھانکنے لگتا ہے تو اس کے پیچھے جاتا ہے اور پہلے آہستہ اور پھر تیزی سے گفتگو کرتا ہے۔ }

لو ۔ یور اکسلنسی! کل شام میرے پاس ایک نوجوان افسر آیا جس کے والدین میرے بڑے عزیز دوست تھے۔ یہ نوجوان پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ میں ہے۔ میں نے ہی اس کو تربیت دی ہے اور اس کے کاموں کو فخر کے ساتھ دیکھتا رہا ہوں۔ یہ نوجوان افسر میجر اکیس ہے جو بندیلکھنڈ میں متعین ہے اور معاملات جھانسی کا انچارج ہے وہ اپنی ملازمت کو خطرہ میں ڈال کر کلکتہ آیا ہے تاکہ مجھ سے سفارش کرے

کہ جس طرح ممکن ہو جھانسی راج رانی اور متبنیٰ راجکمار کے حوالہ کر دیا جائے اور چونکہ رانی اور متبنیٰ لڑکا پہلے سے کلکتہ میں ہیں۔ اس لئے وہ انہیں کل رات مجھ سے ملانے لایا۔ اس نوجوان افسر کا خیال ہے کہ اگر ہم نے لکمار کی تبنیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور جھانسی راج کا الحاق کر لیا تو بہت سخت غلطی ہو گی۔ وہ اس بات کا پختہ ثبوت پیش کرتا ہے کہ شیو راؤ بھاؤ کے زمانہ سے آج تک جھانسی کے تمام راجہ ہمارے وفادار رہے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ قریب کی ایک ریاست اورچھا کی نظیر بھی پیش کرتا ہے۔ جہاں کے متبنیٰ ولیعہد کو ہم نے چند سال ہوئے ایسے ہی حالات میں تسلیم کیا ہے۔ جیسے کہ اس وقت جھانسی میں رونما ہوتے ہیں۔ میں یور اکسلنسی سے بیان نہیں کر سکتا کہ میجر ایلیس کی پُر زور اپیل کا میرے دل پر کس قدر اثر ہوا ہے اور چلتے وقت جب وہ اپنی ڈیوٹی پر جانے لگا تو اس نے ایسے الفاظ کہے کہ اب تک کانوں میں گونج رہے ہیں۔ اس

نے کہا کہ ہے اگر تبنیت کے معاملہ میں ہم نے وفادار راجاؤں کے حسیاتِ مذہبی کو پامال کر کے ان کا اعتبار کھو دیا تو ایسا سخت طوفان برپا ہوگا کہ اس سے نجات پانا مشکل ہو جائیگا۔

ڈلہوزی۔ (کسی قدر متوجہ ہو کر مگر پشت پھیرے ہوئے) آپ کی خاص درخواست کیا ہے کرنل صاحب!

لو۔ (اور قریب بڑھکر بہ یہ آسانی) میں یہ چاہتا ہوں کہ تبنیت کے معاملہ میں حضور کا فیصلہ جو کچھ ہو لیکن کم از کم ایک مرتبہ رانی سے مل لیجئے تاکہ اس کو کم از کم یہ اطمینان تو ہو جائے کہ جو مصیبت اس پر نازل ہونے والی ہے اس کے رفع کرنے میں وہ ہر ممکن کوشش کر چکی۔ ہمیں رانی کو اس بات کا بھی موقع دینا چاہیئے کہ وہ ہندوستان کے سب سے بڑے حاکم کی زبان سے یہ سن لے کہ جو فیصلہ ہم نے جھانسی راج کے بارہ میں کیا ہے وہ رموزِ مملکت پر مبنی ہے خواہ وہ رانی کے خلاف ہی ہو۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی جان لے گی

کہ ہم چور اور ڈاکو نہیں ہیں جیسا کہ ہمارے کاموں کی وجہ سے بعض لوگ سمجھتے ہیں۔

ڈلہوزی۔(گھوم کر) اچھا، میں رانی سے ملاقات کروں گا۔ اس لئے نہیں کہ میں اس کی باتوں سے متاثر ہوں بلکہ اس لئے کہ اس ناگوار معاملہ کی تہ میں جو ہمارے اغراض و مقاصد ہیں وہ اسے سمجھا دیئے جائیں (میز کی طرف چل کر) مسٹر گرانٹ! آپ فوجی سیکرٹری کو حکم دے دیجئے کہ وہ بہت جلد انتظام کر کے جھانسی کی رانی کو ملاقات کے لئے مدعو کریں۔ آج کی کونسل کا کام ملاقات تک ملتوی رہے گا تاکہ جو کچھ گفتگو رانی سے ہو وہ کونسل میں بیان کر دوں۔ اچھا تو ہم الحاق کے بارہ میں متفق ہیں نا؟

{ڈورین اور ہالیڈے سر کے اشارہ سے "ہاں" کرتے ہیں لیکن کرنل لو آگے بڑھ کر ڈلہوزی کے پاس آتا ہے۔}

جھانسی کی رانی

لو۔ یورا کسلنسی! جھانسی کی رانی یہیں برابر کے ایک کمرہ میں موجود ہے اگر زحمت نہ ہو تو ابھی ملاقات فرما لیجئے؟

ڈلہوزی۔ (کاغذات سے آنکھ اُٹھا کر) کیا یہیں کسی کمرہ میں انتظار کر رہی ہے؟

[سکوت طاری ہوتا ہے پہلے گرانٹ پھر ڈورین اور پھر کرنل لو کی طرف دیکھتا ہے جو اپنا سر جھکا لیتا ہے]

ڈلہوزی۔ (کرسی سے اُٹھ کر غصہ میں لو کی طرف آکر) کرنل لو! اگر اس بیہودگی اور توہین کے ذمہ دار آپ ہیں تو میں آپ کا سر توڑنے میں ہرگز رحم و کرم سے کام نہیں لونگا۔

لو۔ (سر بمہر لفافہ جیب سے نکال کر ڈلہوزی کو دے کر) لاٹ صاحب! میرا سر پہلے ہی ٹوٹ چکا ہے۔ نہ صرف سر بلکہ اس کے ساتھ دل بھی۔

{ڈلہوزی ہاتھ بڑھا کر لفافہ لے لیتا ہے اور کھڑکی کے پاس جا کر غصہ کو ضبط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی اثنا میں ڈورین اور ہالیڈے اُٹھ کر لو کے پاس جاتے ہیں ڈورین محبت سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیتا ہے اور}

{ہالیڈے گلے میں بانہیں ڈال دیتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ڈلہوزی گھوم کر میز کی طرف آتا ہے اور لفافہ کو چاک کرتا ہے}

ڈلہوزی۔ (گرانٹ سے) مسٹر گرانٹ! اجلاس ملتوی۔ رانی کو طلب کرو۔

{ڈلہوزی کے الفاظ سن کر کرنل تو ہالیڈے کے شانہ پر گردن جھکا دیتا ہے}

دوسرا منظر

پانچ منٹ بعد وہی کمرہ، وہی سین۔ لارڈ ڈلہوزی جھانسی کی رانی، کما۔ آنند راؤ اور مسٹر گرانٹ موجود ہیں۔ ڈلہوزی کے دونوں ہاتھ آنند راؤ کے شانوں پر رکھے ہیں اور وہ شفقت آمیز نگاہوں سے لڑکے کو دیکھ رہا ہے۔ رانی مسٹر گرانٹ کی کرسی پر بیٹھی ہے۔ چہرہ پر ہلکے آبِ رواں کا لمبا نقاب ہے۔ رانی اگرچہ ہنوز لباس بیوگی پہنے ہوئے ہے لیکن اُوپر سیاہ زردوز شال اور پاؤں میں دہلی کی کامدار جوتی پہنے ہے۔ آنند راؤ ہندو شہزادوں جیسا لباس پہنے ہے اور اس کے پہلو میں ایک چھوٹی سی تلوار

لنکتی ہے۔ گرانٹ کاغذات دیکھ رہا ہے۔

ڈلہوزی۔ (شفقت آمیز لہجہ میں آنند راؤ سے) اچھا تو تم شمشیر زنی اور شہسواری سیکھ رہے ہو؟

[آنند راؤ سر ہلا کر ہاں کرتا ہے]

ڈلہوزی۔ (مسکرا کر) اچھا دکھاؤ تم تلوار کیوں کر چلاتے ہو۔

{آنند راؤ پیچھے ہٹ کر تلوار کھینچتا ہے اور چند ہاتھ دکھاتا ہے۔}

ڈلہوزی۔ (مسکراتے ہوئے) خوب! خوب!! اچھا اب دیکھیں تم نے لکھنے پڑھنے میں کہاں تک ترقی کی ہے۔

{آنند راؤ اپنی تلوار نیام میں ڈال لیتا ہے اور خاموش ہو کر رانی کی طرف دیکھتا ہے۔}

رانی۔ مائی لارڈ! یہ بعد میں ہوتا رہے گا جس شخص کو راجہ بننے کی توقع ہو اسے چاہئے کہ پہلے وہ کام سیکھے جو راجاؤں کا خاص شغل ہے۔ لکھنے

پڑھنے کے کام کے لئے تو منشی بھی نوکر رکھ سکتا ہے لیکن جب تک وُہ فن جنگ سے واقف نہ ہوگا وُہ اپنے تخت و تاج کی کیونکر حفاظت کر سکے گا۔

ڈلہوزی۔ رانی صاحبہ! آپ کو معلوم نہیں میرے بزرگوں کا بھی یہی عقیدہ تھا اور ابھی کوئی سو برس کی ہی بات ہے کہ میرا خاندان ایک چھوٹی سی ریاست کے حکمران تھے اور ہندوستان کے راجاؤں کی طرح سوائے اپنے بادشاہ یعنی شاہ اسکاٹلینڈ کے اور کسی کے سامنے سر نہ جھکاتے تھے اور وہ انگریزوں کے ساتھ لڑا کرتے تھے۔

[رانی حیران ہو جاتی ہے]

رانی۔ تو کیا آپ انگریز نہیں ہیں؟

ڈلہوزی۔ نہیں رانی صاحبہ! مَیں انگریزوں کے بادشاہ کا ملازم ہُوں جو اتفاق سے میرے وطن اسکاٹلینڈ کا بھی بادشاہ ہے جس طرح آپ کے مرہٹہ بزرگ کہ ہر چند وُہ رنگ مغلوں جیسا رکھتے تھے اور ان

کو بعض اوقات اپنا بادشاہ تسلیم بھی کرتے تھے مگر وہ مسلمان نہیں تھے
اسی طرح اگرچہ میرا رنگ انگریزوں جیسا ہے اور میں انگریزی جھنڈے
کو سلام بھی کرتا ہوں لیکن میں نسل کے لحاظ سے انگریز نہیں ہوں۔

رانی۔ (گرانٹ کی طرف دیکھ کر آہستہ سے) اور یہ صاحب! کیا یہ انگریز
ہیں؟

ڈلہوزی۔ نہیں وہ بھی میری طرح اسکاٹ ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب
ہم لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ انگریزوں کے بادشاہ کے ساتھ لڑنے سے
یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ ہم اس کا کام کریں تو ہم لوگوں نے انگریزی جھنڈے
کے نیچے ملازمت اختیار کرلی تاکہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں
اور اب اسکاٹلینڈ والے ہر جگہ جہاں جہاں انگریزی راج ہے۔
بڑے بڑے ذمہ دار عہدوں پر مامور ہیں، فوج میں وہ ہیں، مال
میں وہ ہیں، سول میں وہ ہیں، وکیل بھی ہیں، ڈاکٹر بھی ہیں، پادری
بھی ہیں اور ٹیچر بھی۔

رانی ۔ (گھبرا کر) کیا کرنل لو صاحب بھی اسی نسل کے ہیں جس کے آپ اور یہ صاحب ہیں؟

ڈلہوزی ۔ نہیں نہیں رانی صاحبہ! جہاں تک میرا خیال ہے کرنل لو کے آبا و اجداد انگلستان میں ایک اور ملک سے آئے تھے جو ہے تو انگلستان کے قریب ہی مگر اس سے اور میرے ملک سے بالکل مختلف ہے اس کے ملک کا نام آئرلینڈ ہے۔ اور وہاں کے باشندے ابھی تک انگریزوں کے دوست نہیں ہیں ۔۔۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے انگریز بادشاہ کے اسی طرح ملازم ہیں جیسے کہ ہم یعنی اسکاٹلینڈ والے۔

رانی ۔ (مضطرب ہو کر کھڑی ہو جاتی ہے) تو مائی لارڈ! آپ اور لو صاحب بھی گویا ویسے ہی ہیں جیسے راجہ جے سنگھ اور دیگر ہندو راجے تھے جو مغل بادشاہوں کے ملازم ہو کر اپنے بھائی ہندو راجاؤں سے لڑتے تھے۔

ڈلہوزی ۔ (آہستہ سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس جاتا ہے اور چوکھٹے کے سہارے

سے لگ کر کہتا ہے) رانی صاحبہ! اگر آپ اطمینان سے سننا چاہتی ہیں تو میں اپنے خاندان کے تاریخی واقعات سے آپ کو ایک قصّہ سناتا ہوں۔ (رانی کو بیٹھ جانے کا اشارہ کرتا ہے) رانی صاحبہ! جیسا کہ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں۔ میرے آبا اجداد انگریزوں کے خلاف لڑکر اپنی طاقتیں صرف کیا کرتے تھے۔ ہمارے خاندان کی جائداد اس دشوار گذار اور ناہموار علاقہ میں واقع ہے۔ جو انگلستان اور اسکاٹلینڈ کے درمیان حدِ فاصل ہے، ایک مرتبہ ایک زبردست انگریزی فوج نے اسکاٹلینڈ پر حملہ کیا اس وقت میرے بزرگوں میں سے ایک جو انگریزوں سے بھاگ کر مع اپنے آدمیوں کے غاروں میں جا چھپے تھے۔ ایسی حالت میں جب کہ انگریز تیار نہ تھے تلواریں سونت کر ان پر آپڑے اور ایک مشہور قلعہ فتح کر لیا۔ اسکاٹلینڈ کے بادشاہ نے خوش ہو کر انہیں مفتوحہ قلعہ کا قلعدار بنا دیا اور گرد و نواح کا علاقہ بھی انہیں کے ماتحت کر دیا۔

بدقسمتی سے اسی قلعہ کو اسکاٹلینڈ کا ایک اور خاندان ہمیشہ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا کرتا تھا جب اسی قلعہ کا حاکم میرے بزرگ کو بنا دیا گیا تو یہ طاقتور قبیلہ بہت ناراض ہوا اور زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ ان لوگوں نے اجتماع کر کے قلعہ کو گھیر لیا اور کچھ دنوں کے محاصرہ کے بعد فتح کر کے قلعدار کو قید کر لیا۔ وہ بیچارے فاقوں کے مارے قید ہی میں مر گئے۔ (رانی کی طرف بڑھ کر) رانی صاحب! اس قصّہ کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو دوست سے بھی اتنا ہی نقصان پہنچ سکتا ہے جتنا کہ دشمنوں سے۔ اور جن لوگوں کا ہمیشہ ہی لڑنا ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک دشمن و دوست سب برابر ہیں۔ انہیں لڑنے سے غرض ہوتی ہے۔

[یہ کہہ کر کرسی کی ٹیک لگا لیتا ہے]

رانی۔(اُچک کر بیٹھ جاتی ہے) لارڈ ڈلہوزی! اگر آپ اپنی عزیز چیز دل کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو لڑنا پڑیگا۔ کیا آپ کے بزرگوں

نے اپنی زمین واپس لینے کے لئے جنگ نہیں کی تھی؟

ڈلہوزی۔ (مسکراتے ہوئے) ہاں رانی صاحبہ! اُنہوں نے ضرور جنگ کی تھی مگر بعد میں اُنہوں نے مع دیگر اُمرا۔ و فرمانروایانِ اسکاٹلینڈ کے اپنی آزادی کھودی اور محض برائے نام زمیندار رہ گئے یعنی دوسروں کی طرح بادشاہ کی رعایا بن گئے اور سوائے اس کے کہ اپنی ذاتی قابلیتوں اور خاندانی روایتوں پر فخر کریں ان کے لئے اور کوئی شرف نہیں رہا۔

رانی۔ (ڈلہوزی کے قریب جاکر) مائی لارڈ! آپ یہ نہ سمجھیں کہ جھانسی کے فرمانروا محض زمیندار ہو کر رہ جائیں گے۔ ہمارا شرف اور ہماری خودداری اس کی ہرگز اجازت نہ دیگی۔

ڈلہوزی:۔ (سیدھے ہو کر اور شاندار لہجہ میں) رانی صاحب! میں آپ کی اس دلیری کی داد دیتا ہوں کہ آپ آج مجھ سے ملنے تنہا تشریف لائیں اور جو کچھ باتیں کیں وُہ صاف گوئی سے کیں۔ لیکن یہ تو ماننے

کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ ایک ڈلہوزی کی عزت اور خودداری کسی طرح سے جھانسی کے راجہ سے کم ہے۔ میرے بزرگ صرف چند سو ایکیڑ پر حکومت کرتے تھے اور وہ بجا طور پر اپنی آزادی و خودمختاری پر فخر کرتے تھے اور میں ان کی اولاد ملک ہند پر حکومت کرتا ہوں جو انگلستان اور اسکاٹلینڈ دونوں کو ملا کر بارہ گنا وسیع ہے ـــــ اور اس لئے زیادہ فخر و شرف رکھتا ہوں۔ باینہمہ میں اس میں زیادہ عزت سمجھتا ہوں کہ اپنے بادشاہ کی خدمت کروں اور اس کی وفادار رعیت رہوں۔

رانی۔ (اپنی جگہ پر سر جھکا کر بیٹھ جاتی ہے اور مایوسانہ لہجہ میں کہتی ہے) مائی لارڈ! جو کچھ آپ فرماتے ہیں یہ ممکن ہے کہ گوری قوموں کے لئے صحیح ہو لیکن جھانسی میں انندکمار کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ اگر ریاست کا الحاق کر لیا گیا تو اس غریب کا کیا حشر ہوگا۔ وہ فرمانروایانِ جھانسی کی شان کو کیونکر قائم رکھے گا۔ اور وہ رئیس

کیونکر ادا کرے گا جو ہمارے رواج کے موافق ایک فرزند رشید کیلئے لازم ہیں؟

ڈلہوزی۔ (بیٹھ کر آنند کمار سے) یہاں آیئے کمار صاحب!

(آنند کمار، جو ڈلہوزی اور رانی کی گفتگو کے دوران میں رانی کے قدموں میں فرش پر بیٹھا تھا اٹھ کر گورنر جنرل کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ ڈلہوزی لڑکے کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اس کے چہرہ کو تکتا ہے بعد ازاں ہاتھ ہٹا کر رانی کی طرف دیکھتا ہے۔ آنند راؤ ہٹ کر ڈلہوزی کے قریب فرش پر بیٹھ جاتا ہے اور اس کے چہرہ کو دیکھتا ہے۔)

ڈلہوزی۔ رانی صاحبہ! ممکن ہے جو کچھ میں کہوں وہ سن کر آپ حیران ہوں مگر کاش آپ میری جگہ ہوتیں اور میں آپ کی جگہ یعنی آپ گورنر جنرل ہوتیں اور میں بیوہ رانی، میں جانتا ہوں کہ آپ نے

حال ہی میں بڑے بڑے صدمات اُٹھائے ہیں اور آپ کے شوہر
گنگا دھر راؤ آنجہانی کی وفات نے آپ کو سخت صدمہ پہنچایا ہے۔
لیکن معاف فرمائیے گا۔ آپ کے آلام و مصائب نے سامنے آکر حملہ
کیا ہے اور آپ ایک طرح سے اس کیلئے تیار تھیں مگر رانی صاحبہ!
میرے آلام و مصائب نے مجھ پر پشت سے حملہ کیا ہے اور ابھی نہ
معلوم کیا کیا مصیبتیں مجھ پر پڑنے والی ہیں۔ ابھی سال بھر نہیں ہوا کہ
میری بیوی اس مُلک کی سخت آب و ہوا کی تاب نہ لا کر مجھ سے
جُدا ہوئی اور اپنے وطن چلی گئی اس نے چھ مہینے تک سخت تکلیفیں
اُٹھائیں مگر اُف تک نہ کی اور افسوس ہے کہ گھر کے قریب پہنچتے
ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ میری دو بیٹیاں جنہیں میں نے کئی سال
سے نہیں دیکھا بے ماں کی بچیاں ہو گئیں۔ وہ لڑکا بھی جس کے
پیدا ہونے کی میں دعائیں مانگا کرتا تھا میرے دل کو تسکین دے
کر میرے دل سے یہ غم کا پہاڑ نہیں ہٹا سکتا۔ میری صحت تباہ ہو گئی

ہے اور گویا ہر وہ چیز جس کی وجہ سے میں جان کو جان سمجھتا
تھا میرے لئے فنا ہو گئی ہے۔ اب رانی صاحبہ! میں ایک رنجور و مجبور
آدمی رہ گیا ہوں۔

{ڈلہوزی جسمانی اور دماغی خستگی کے باعث رک جاتا
ہے۔ وہ پھر سنبھلتا ہے اور لپک کر رانی کے سامنے
کھڑا ہو جاتا ہے جو خود بھی کھڑی ہو کر اس کی صورت
کو تک رہی ہے۔ ڈلہوزی چند قدم بڑھا کر رانی کے
قریب آتا ہے اور جلدی جلدی کہتا ہے۔}

ڈلہوزی:۔ (عمیق اندرونی جذبات سے متاثر ہو کر) رانی صاحبہ! میں جانتا
ہوں کہ آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔ مگر وہ محال ہے۔ اگر آپ کی جگہ
میرا بھائی بھی ایسی درخواست کریگا تو میں فوراً انکار کر دونگا۔ اس
لئے رانی صاحبہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو حشر ستارہ اور ناگپور
کا ہوا ہے وہی حشر جھانسی کا ہو گا۔ یہ ایک اصولی مسئلہ ہے جس

میں کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ ہمیں آئندہ کی فکر کرنی چاہیئے اور کمزور کو طاقتور کیلیے جگہ چھوڑ دینی چاہیئے۔

[رانی یہ سُن کر آنند کمار کو لپیٹ جاتی ہے۔ اور رونے لگتی ہے]

ڈلہوزی۔ لیکن رانی صاحبہ! اس سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے لیے ہر بات کا انتظام ایسا کر دیا جائیگا کہ یہ تغیّر ناگوار نہ گزرے گا۔ آپ کی ضروریات کی کفالت اور کنار صاحب کی شایانِ شان پرورش کے لیے آپ کو معقول پنشن دی جائیگی وہ متوفی راجہ کی تمام پرائیویٹ ملکیت کے مالک رہیں گے اور ہم شاہی محل اور اس کے گرد و نواح کی زمینیں آپ کے اور شاہی خاندان کے لیے چھوڑ دینگے۔ رانی صاحبہ! سوچیے کہ آپ کو کتنی پریشانیوں سے نجات حاصل ہو جائیگی۔ حکمرانی ایک سعی نامشکور ہوتی ہے اور آپ کو خوش ہونا چاہیئے کہ اس سے آپ کو نجات مل جائیگی۔ اب آپ اپنا تمام وقت کنور صاحب کی تعلیم پر صرف کر

سکیں گی۔ اگر وہ ایک محنتی، جفاکش اور لائق نکلے تو نہ معلوم آئندہ زندگی میں کس قدر عظمت و شان حاصل کر لیں گے۔ اگر آپ چاہیں گی تو تکمیل تعلیم کے لئے ان کو انگلستان بھی بھیج سکیں گی اور میں ان کیلئے بہترین تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی ہمیشہ کوشش کرونگا۔ خواہ میں کہیں ہوں (دروازہ کی طرف پھر کر) اب رانی صاحبہ! معاف فرمایئے میں آپ سے رخصت ہونا چاہتا ہوں میری طبیعت اچھی نہیں اور ڈاکٹروں نے مجھے زیادہ محنت کرنے سے منع کر دیا ہے۔ (گرانٹ کی طرف اشارہ کر کے) یہ مسٹر گرانٹ موجود ہیں۔ جو آپ کی پنیشن کے معاملہ میں پوری طرح فیصلہ کر دیں گے اور اگر آپ اس کے بارہ میں کچھ کہنا چاہیں گی تو میں نہایت خوشی سے سنونگا۔

رانی۔ مائی لارڈ! اب میں کچھ کہنا نہیں چاہتی جب آپ نے مجھ سے کہا کہ دیوتاؤں نے تم کو یہ سزا دی ہے تو میں جان گئی کہ میرے گناہ میرے پیچھے پیچھے پھریں گے۔

ڈلہوزی رانی کو جھک کر سلام کرتا ہے۔ بعد ازاں دفعتہً آگے بڑھ کر آنند راؤ کے پاس جاتا ہے جو روتی ہوئی رانی سے لپٹا ہوا ہے گورنر جنرل اپنا ہاتھ لڑکے کے سر پر رکھتا ہے اور کہتا ہے۔

ڈلہوزی۔ کمار صاحب! اگرچہ جھانسی آپ کے ہاتھ سے نکل جائیگی لیکن آپ حوصلہ کر کے آئندہ زیادہ بڑا آدمی ہونے کی کوشش کریں۔

اس کے بعد ڈلہوزی جلدی سے نکل کر چلا جاتا ہے۔ رانی روتی رہتی ہے۔ آنند راؤ حیرت زدہ جانے والے گورنر جنرل کی طرف دیکھتا ہے۔ گرانٹ جواب تک خاموش کھڑا رہا تھا اب ادب کے ساتھ رانی کے پاس آتا ہے۔

تیسرا ایکٹ

سنہ ۱۸۵۷ء

پہلا منظر

۵ رجون ۱۸۵۷ء کی صبح۔ جھانسی میں دربار عام منظر
وہی جو پہلے ایکٹ کے تیسرے منظر میں تھا صرف تخت
شاہی موجود نہیں ہے۔ رانی کی مسند کمرہ کے وسط میں
ہے۔ داہنی طرف ایک ایرانی قالین پر آنندراؤ پنڈت
جی کے سامنے بیٹھا ہوا سر ہلا ہلا کر پڑھ رہا ہے۔ پنڈت
جی ایک سا موٹی سی کتاب پڑھ رہے ہیں اور کبھی کبھی

جھانسی کی رانی

آنند راؤ کو ٹوکتے جاتے ہیں۔ رانی اِدھر اُدھر گھوم
رہی ہے گویا کسی گہری فکر میں مبتلا ہے۔ تھوڑی دیر
بعد گنگا بائی دوڑی ہوئی کمرہ میں آتی ہے لیکن آنند راؤ
اور پنڈت کو دیکھ کر جھجکتی ہے لیکن تاہم جھپٹ کر رانی
کے پاس پہنچکر گھبرائی ہوئی آواز میں رانی سے کہتی ہے

گنگا بائی۔ بہن! بہن!! غدر ہو گیا۔ ایک جمعدار نے جس کے ساتھ پچاس
سپاہی ہیں میگزین پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کمپنی کی باقی فوج بھی
بہت جلد ان کے ساتھ ہو جائیگی۔

رانی۔ (ٹہلتی ہوئی دبی آواز میں) بیوقوف! گدھے!! بالآخر اس نا گل
بخشش علی کے کہنے میں وہ بھی آ گیا۔ اب وہ جیلخانہ کے دروازے
بھی کھول دیگا اور پھر ایشور ہی جانتا ہے کیا ہو گا۔

گنگا بائی۔ ابھی وقت ہے۔ چلو یہاں سے بھاگ چلیں جب سپاہی
ہاتھوں سے نکل جائیں گے تو معلوم نہیں کیا حشر ہو۔ ابھی سے لوگ

چہ میگوئیاں کر رہے ہیں کہ یہ کرینگے وہ کرینگے۔

رانی۔ (سخت لہجہ میں) گنگا بائی! بڑی شرم کی بات ہے! جو عورت مرہٹہ خاندان سے تعلق رکھنے کا دعویٰ رکھتی ہو اس کی زبان سے ایسی باتیں مناسب نہیں۔ تم اگر چاہو تو جا سکتی ہو لیکن میں نہیں جاؤنگی۔

گنگا بائی۔ (رانی کے پاؤں پر گر کر) بہن معاف کرو۔ اگر پھر ایسے شرمناک الفاظ زبان سے نکالوں تو زبان کاٹ ڈالنا لیکن میں نے بزدلی کی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔ میں صرف یہ خیال کرتی تھی کہ اس مصیبت کے وقت کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اگر کمپنی کی فوج غدر کرے تو ہم کو اس سے کوئی مطلب نہ رکھنا چاہیے اور ہمارے لئے یہی زیادہ مناسب ہوگا کہ اس وقت واپس ہوں جب دونوں میں سے کوئی فتح حاصل کر لے۔

رانی۔ (آہستہ سے پیچ پر ٹیک لگا کر) گنگا بائی! تم نے اپنی ان ہوشمندانہ باتوں سے تو مجھے تھکا دیا ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں جو جھانسی سے

اتنی محبت کرتی ہوں عین ایسے موقعہ پر اسے خیرباد کہدوں جب کہ اسے میری ضرورت ہے۔ کیا کوئی آگ لگنے کے وقت اس گھر کو چھوڑ دیتا ہے جس میں صدہا برس اُس نے اور اس کے اہلِ عیال نے زندگی بسر کی ہو۔ نہیں۔ بلکہ اُس وقت تک وُہ پوری کوشش کرتا ہے کہ اپنے گھر کو کسی نہ کسی طرح بچائے۔

گنگا بائی۔ (نزدیک کے پاس جاکر) لیکن بہن! اگر کمپنی نے غداروں پر فتح پائی تو انگریز حکام جھانسی کے مقتدر لوگوں کو بدنام کریں گے کہ اُنہوں نے غداروں کو پس پردہ کمک دی۔ اور اگر غدار فتحیاب ہوئے تو وُہ اپنی حکومت قائم کرینگے اور کسی مسلمان سپاہی کو اپنا سردار بنا لیں گے۔ اس لئے اگر تم یہاں ٹھہری رہیں تو تمہارے دو نقصان ہیں۔ تمہارا گزارہ بھی جائیگا اور رانی بننے کا حق بھی۔

رانی۔ (بیٹھ کر) ٹھہرو! ٹھہرو!! گنگا بائی! ان پریشان کُن خیالات کو مجھ سے الگ رکھو۔ تم بھاگ چلنے کو کہتی ہو۔ باپ اور دیوان، غداروں

کا ساتھ دینے کو کہتے ہیں اور مہاراجہ سندھیا انگریزوں سے وفاداری کرنے کا پیغام بھیجتے ہیں۔ میرے سر کے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں۔ (آنند راؤ کو دیکھ کر) اگر آنند کا خیال نہ ہوتا تو میں زندگی ختم کر دیتی اور ان جھگڑوں سے نجات پا جاتی۔ تین ہفتے ہوئے جیسے میرٹھ میں غدر کی خبر سنی مجھے نیند نہیں آئی۔ اور اب جھانسی ہی میں غدر شروع ہو گیا تو عرصہ تک چین ملنا ممکن نہیں (ذرا ٹھہر کر اور یکایک پھر گنگا بائی سے مخاطب ہو کر) بہن ذرا ٹھہر جاؤ میرے باپ کو تو ڈھونڈھو یقیناً انہیں تازہ خبریں معلوم ہونگی۔ دوڑو! میں سمجھتی ہوں کہ مجھے جلد کوئی تدبیر اختیار کرنا چاہئے۔ گو کہ اب میں نام ہی نام کو رانی باقی رہ گئی ہوں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ اب بھی میری تھوڑی بہت عزت باقی ہے۔

{جونہی گنگا بائی دروازے کی طرف جاتی ہے ماما صاحب اور ان کے پیچھے نرسنگھ دیوان داخل ہوتے ہیں}

{ گنگا بائی الگ کھڑی ہو کر ان کو غور سے دیکھتی ہے اور باہر چلی جاتی ہے۔ آنند راؤ دونوں آدمیوں کو داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر اُن کی طرف دیکھتا ہے لیکن پنڈت جی اپنی کتاب پڑھتے جاتے ہیں۔ }

ماماصاحب۔ (خوشی کا چہرہ بنا کر) خوشخبری! بیٹی! جھانسی میں مرہٹوں کا راج ایک مرتبہ پھر ہوگا۔ کمپنی کے سواروں نے طے کر لیا ہے کہ باغیوں سے مل جائیں گے۔

نرسنگھ۔ رانی! حوالدار گور بخش نے میگزین پر قبضہ کر ہی لیا ہے اور بخشش علی داروغہ جیل حکم پاتے ہی قیدیوں کو رہا کر دیگا۔

رانی۔ (سختی سے) دیوان صاحب! آپ پر مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے اور پتا جی آپ پر بھی میرا خیال تھا کہ آپ دونوں کبھی اسے پسند نہ کرینگے۔ کہ کوئی سپاہی عہدِ وفاداری توڑے خواہ وہ کسی کا ماتحت ہو۔

نرسنگھ۔ رانی! یُوں تو میں بھی اسے نہ پسند کرتا کہ کوئی سپاہی اپنے

مالک کے خلاف بغاوت کرے۔ لیکن یہ سپاہی عہد شکنی کی معقول وجہ رکھتے ہیں۔ ان کی شورش کی وجہ مذہب ہے اور انگریزوں نے ان کے مذہبی اصول میں مداخلت کی ہے۔

رانی۔ (طعن کے لہجہ کو چھپاکر) اور کیا تم ان کا ساتھ مذہب کی وجہ سے دیتے ہو؟

ماما صاحب۔ (بے صبری سے) ہاں بٹی! مذہب کی وجہ سے سیاسی اور مذہبی وجوہ دونوں ایک ہی طرح پاک ہیں۔

نرسنگھ۔ اور یہی میرا بھی جواب ہے۔ مسلمانوں کا خیال ہے کہ انگریزوں نے اُن کے پاک عقیدہ کو گندہ کر دیا ہے اور ہم ہندوؤں کا خیال ہے کہ انگریزوں نے ہمارے پاک رسم و رواج تبنیت اور وراثت کو چھین لیا ہے۔ یہ بھی خدا کی مہربانی ہے کہ انتقام کا موقعہ اُس نے ایسا دیا جس میں دونوں قومیں مشترک ہیں۔

رانی۔ (طعن آمیز لہجہ میں) دیوان صاحب! تین ماہ قبل تو آپ انگریزوں

کے اس قدر خلاف نہ تھے۔ اب کس بات نے آپ کو ان کا مخالف کر دیا ہے۔

ماما صاحب۔ بیٹی! بہت سخت مت ہو۔ علاوہ تمہارے ہم سب اُس وقت مغالطہ میں تھے۔ انگریزوں نے ہم کو بیوقوف بنایا اور وہ ہمیشہ ہندوستانیوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔

نرسنگھ۔ مجھے اپنی بیوقوفی پر سخت افسوس ہے۔ میں نے جو کچھ کیا۔ آپ کے فائدے کیلئے کیا۔ میری یہ تجویز کہ گدی تمام حقوق کے معاوضہ میں معقول پنشن دی جائے۔ آپ ہی کے فائدے کے لئے تھی۔ لیکن جب مجھ کو یہ علم ہوا کہ گزارہ میں ایک شرط یہ تھی کہ سرگباشی راجہ کا قرضہ ادا کیا جائے تو جی چاہتا تھا کہ اپنا سر پھوڑ ڈالوں کہ میں نے میجر الیس کی چکنی چپڑی باتوں پر کیوں اعتماد کیا۔

رانی۔ (غصہ سے) اپنا افسوس چھوڑ دیجئے۔ دیوان صاحب! میں ان احسانات کی زیادہ پروا نہیں کرتی ہوں۔ یہ مثل قرضہ جات حسنہ

کے ہیں اور میں جھانسی کے کسی قرض دار کو قرض نہ ادا کرنے کی بجائے فاقہ کشی سے مرنا زیادہ پسند کرتی ہوں۔ (سخت ہوکر) میجر ایلیس کو چھوڑو۔ انہوں نے تو جھانسی کو بچانے کی تنہا اتنی کوشش کی ہے کہ آپ سب مل کر بھی نہیں کر سکتے تھے۔

ماما صاحب۔ (مداخلت کرتے ہوئے) بیٹی ہم وقت برباد کر رہے ہیں تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی ضرورت پڑیگی کہ از سرِ نو جھانسی راج کا اعلان کیا جائے۔ آنند کمار مستقل راجہ ہونگے اور تم نائب ہوگی۔ اس لئے سب انتظام تیار رکھو اور اشارہ کی منتظر رہو۔

رانی۔ (کھنچکر اور مستحکم ارادہ کے ساتھ) ماما صاحب! مجھے نہ آپ کے احکام کی ضرورت ہے نہ غدار سپاہیوں کے احکام کی۔ انگریز ابھی تک برسرِ حکومت ہیں۔ میں اس نزاع میں نہ ان کا ساتھ دینا چاہتی ہوں نہ اُن کے نوکروں کا۔

ماما صاحب۔ (غصہ سے) تم طوطے کی طرح وہی رٹ رہی ہو جو سندھیا

اور اس کے مکّار دیوان ڈنکر راؤ نے تم کو پڑھا دیا ہے۔ میں تمہیں مطلع کرتا ہوں کہ یہاں کے حالات گوالیار اور اندور کے حالات سے مختلف ہیں۔ ہمارے پاس ذاتی فوج مثل سندھیا اور ہلکر کے نہیں جس پر بھروسہ کریں۔ میرٹھ کے سپاہیوں کے غدر کو تین ہفتے سے زیادہ ہو گئے اور شورش ہر چہار جانب پھیل رہی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک انگریز بھی ہندوستان میں نظر نہ آئے گا۔ اس لئے اگر اس جھگڑے میں اپنا پہلو مضبوط رکھنا ہے تو ہم کو ابھی سے اس کا انتظام کرنا چاہئے۔

رانی۔ (بنچ پر بیٹھ کر) مجھے عجلت نہیں اچھی معلوم ہوتی۔ ابھی سے کوئی تصفیہ نہیں کیا جا سکتا کہ کیا ہوگا۔ ڈنکر راؤ جو کچھ کہتا ہے خود سمجھتا ہے انگریز ہمیشہ لڑائی بُری طرح شروع کرتے ہیں اور سمندر پار اُن کے پاس بڑے سامان ہیں جن کی ضرورت پر وہ جہازوں میں لے آئیں گے۔ میں محل کے دروازے بند کرا دونگی اور پہرہ بٹھا دونگی

اور جب تک یہ طوفان دُور نہ ہو جائے ہم سب بند رہیں گے (انند راؤ سے جو کھڑا ہو کر ماما صاحب کو گھورنے لگتا ہے) آنند! تم پڑھو تم کیوں پریشان ہوتے ہو۔

ماما صاحب۔ (رانی کی طرف غصہ میں گھوم کر) پڑھو! پڑھو!! تم تو بڑی سچی مرہٹہ عورت بنتی تھیں۔ اب کیا ہوا کہ اُس چور ڈلہوزی کی باتوں پر عمل کر رہی ہو (آنند کی طرف دیکھ کر جو ہٹ کر الگ ہو جاتا ہے) پڑھو! ہاں پڑھے جاؤ، جب کہ تمہیں اپنے حقوق کیلئے جنگ کی تیاری کرنا چاہئے۔ (لکڑی کی چھوٹی میز میں لات مارتا ہے اور وہ گر جاتی ہے۔ آنند راؤ رانی کے پاس جاتا ہے جو سیدھی ہو کر بیٹھ جاتی ہے اور پنڈت متعجب ہو کر جھک جاتا ہے) پڑھے جاؤ! یہاں تک کہ جھانسی راج مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے اور کوئی مسلمان سردار جھانسی پر حکومت کرنے والا آجائے۔

[ماما صاحب چیزوں کو ٹھکراتا ہوا کمرے سے باہر جاتا]

ہے اور طعن سے چلا تا جاتا ہے پڑھو! پڑھو! رانی
پس پردہ ہوتی ہوئی ایک بازو آنندراؤ پر رکھتی ہے جو
اپنا سر اس کی گود میں چھپا لیتا ہے اور نیم وا آنکھوں سے
ماما صاحب کو دیکھتا جاتا ہے۔ دیوان جو پیچھے کھڑا تھا
ماما صاحب کے پیچھے رانی کو سلام کرتا ہوا باہر چلا جاتا
ہے۔

دوسرا منظر

۷ رجون ۱۸۵۷ء خس کی ٹٹی بالاخانہ کے دروازہ پر لگادی گئی ہے۔ رانی پلنگ پر لیٹی پنکھا جھل رہی ہے۔ آنند راؤ فرش پر پلنگ کے نزدیک بیٹھا اس کی طرف مغموم دیکھ رہا ہے۔ گنگا بائی پیچھے بیٹھی کچھ سی رہی ہے اور وقتاً فوقتاً گذرگاہ کو دیکھتی جاتی ہے۔ نیچی لکڑی والی میز جس پر کتابیں اور لکھنے کا سامان رکھا ہے داہنی جانب رکھی ہے۔

آنند راؤ۔ پھر ہم سپاہیوں سے کیوں نہ مل جائیں اور انگریزوں کو مار ڈالیں۔ قلعہ میں تھوڑے سے ہیں۔

رانی۔ بیٹا! مَیں تم سے بار بار کہہ چکی ہوں کہ باغیوں کے بُلانے سے راجہ بننا خطرناک ہے۔ اگر گدّی مکّاری سے حاصل کی جائیگی تو مکّاری اُسے چھنوا بھی دیگی۔

انند راؤ۔ رانی امّاں! لیکن آپ مجھے تلوار کی مشق کی ہدایت کرتی تھیں اگر ہم اِس وقت انگریزوں پر حملہ نہ کریں گے تو ہم کو جھانسی فتح کرنے کا موقع کبھی نہ ملے گا۔

رانی۔ (سبھٹرکر ذرا دلیری سے) اگر پیشوا اپنے راج کو دوبارہ سنبھال لیتے اور مرہٹہ فوج باقاعدہ میدان میں آئی ہوتی تو میں انگریزوں پر حملہ کرنے میں ذرا نہ جھجکتی۔ مَیں اس کو مذہبی لڑائی سمجھتی اور جو کچھ میرے پاس ہے صرف کر دیتی حتیٰ کہ اپنی زندگی تک قربان کر دیتی (مغموم ہو کر) لیکن بیٹا وُہ موقعہ نہیں ہے۔ چند باغی سپاہی راج کی بنیاد نہیں ڈال سکتے جس سے ہم مرہٹوں کو اطمینان ہو جائے۔ اگر کمپنی کے مسلمان ملازمین کا ہم سہارا پکڑیں تو ہمارے پاس جو تھوڑا

... بہت ہے وہ بھی نہ رہے گا۔

انندراؤ۔ لیکن ماما صاحب کہتے ہیں کہ سب انگریز مار ڈالے جائیں گے اور اگر اب ہم نے سپاہیوں کی مدد نہ کی تو سپاہی پھر ہم کو جھانسی واپس دینگے۔

رانی۔ (غصہ سے کھڑی ہوکر) ماما صاحب بھی اور سب لوگوں کی طرح ہیں ان کو اپنی فکر ہے کہ جو کچھ مل سکے حاصل کرلیں۔ انہیں دوسروں کی خواہش اور آرام کی فکر نہیں۔ انہوں نے پہلے مجھے راجہ گنگادھرراؤ کے ہاتھ بیچا اور پھر انگریزوں کے ہاتھ۔ اور اب وہ مجھے ان سپاہیوں کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہیں لیکن میں اب نہ فروخت ہونگی دہارا جہ سندھیا صحیح کہتے ہیں۔ بغاوت ہمارا کام نہیں ہے ہمیں کسی کی طرفداری نہ کرنا چاہیئے اگر ماما صاحب......

گنگابائی۔ (دوڑکر آتے ہوئے) بہن! میں نے ابھی راؤ آپا کو صحن سے آتے اور محل میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔ اُن کے کپڑے بالکل پھٹے

ہوئے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ کسی جنگ میں مشغول تھے۔ پرمیشور کرے کوئی بُری خبر نہ لائے ہوں۔

رانی۔ (خاموش بنچ پر بیٹھی ہوئی) مرہٹوں کی لڑکیوں کو ہمیشہ بُری خبر سُننے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ گنگا بائی لا جاؤ اور راؤ آپا کو اندر لے آؤ۔ (آنند راؤ سے جو ابھی تک فرش پر بیٹھا تھا) بیٹا آؤ! میرے پاس کھڑے ہو جاؤ۔ اب جو کچھ لکشمی بائی پر مصیبت آئے تم بھی اس میں حصہ لینا۔ میں سمجھتی ہوں کہ خوشی کے دن ختم ہو گئے۔

آنند راؤ کھڑا ہو جاتا ہے اور رانی سے لپٹ کر ایک طرف ہو جاتا ہے۔ گنگا بائی جو دروازہ میں جھانک رہی تھی۔ دروازہ کھولتی ہے۔ راؤ آپا پاگلوں کی طرح پھٹے کپڑے اور بکھرے بالوں کے ساتھ داخل ہوتا ہے اُس کے سر پر پگڑی بھی نہیں اور بہت مضطرب نظر آتا ہے۔ رانی کے پیروں پر گر کر چلاتا ہے اور پیشانی

[فرش زمین سے ٹکراتا ہے]

رانی۔ (نیچے سے جھک کر راؤ آپا کا کندھا تھپتھپا کر) مرہٹہ جنگجو سپاہی کو اگر اُس کی رانی پر مصائب پھپٹ پڑیں۔ چلّانے کی ضرورت نہیں راؤ آپا! کیا ہوا؟ مَیں تیار ہوں۔

راؤ آپا۔ (سسکیاں لیتے ہوتے) رانی صاحبہ! مَیں آنے والے مصائب سے خائف نہیں ہوں بلکہ میری پریشانی کا باعث سپاہیوں کی نمکحرامی ہے جنہوں نے عرصہ تک جھانسی راج کا نمک کھایا ہے۔

رانی۔ کیا محل کے محافظین کے متعلق تم کہہ رہے ہو؟ آج ہی سویرے اُنہوں نے مجھ سے عہدِ وفاداری کی قسم کھائی ہے اور اقرار کیا ہے کہ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو وہ میرا ساتھ نہ چھوڑینگے۔

راؤ آپا۔ (پیشانی زمین پر مار کر) افسوس! رانی صاحبہ! اُن سب نے بدعہدی کی اور سب باغیوں سے جا ملے۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ اُن کو ڈرایا گیا کہ اگر تم رانی کا ساتھ دوگے تو کھانے میں تم کو زہر دے

دیا جائیگا اور کچھ اس وجہ سے کہ باغی سپاہیوں نے ان کو بڑے بڑے انعامات دینے کا وعدہ کیا ہے۔

رانی۔ (غصّہ کو دباتے ہوئے کھڑی ہو کر) یہ دھمکیاں اور وعدے کس کے نام سے دیئے گئے ؟

راؤ آپا۔ بخشش علی داروغہ جیل کے نام سے۔ رانی صاحبہ! اس شخص نے تمام مخلوق کو اُس وقت سے جب سے کہ قیدی رہا ہوئے سخت خائف کر رکھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وُہ بالکل دیوانہ ہو گیا ہے اور اس کا مُنہ تھوک سے بھر آتا ہے جب کوئی انگریزوں سے اظہارِ ہمدردی کرتا ہے وُہ کہتا ہے کہ خدا نے انگریزوں کو ہندوستان سے باہر کرنے کا کام اُس کے سُپرد کیا ہے۔

رانی۔ اُس پاگل سے باغی سپاہیوں کے سردار کیا کہتے ہیں ؟

راؤ آپا۔ رانی صاحبہ! وُہ اس کو نہیں سمجھا سکتے۔ اُس کا اثر مخلوق پر بے انتہا ہے اور فوج کے لوگ بھی فتنہ و فساد کے ڈر سے اُس کی

مخالفت نہیں کرتے۔ اُسی نے لوگوں کو میرے پیچھے لگا دیا کہ مجھے مار ڈالیں کیونکہ میں محافظین کو واپسی کی ترغیب دے رہا تھا۔

رانی۔ (مجبورسی ہوکر) میں سمجھتی ہوں کہ باغی اب آکر ہماری محاصرہ والی توپوں کو صحن سے علیحدہ کر دینگے۔ محافظین یقیناً اُن کو پتہ بتلادینگے کہ کہاں چھپی ہیں۔ اگر ہماری توپیں قلعہ کی دیوار پر چلیں تو انگریز یقینی اطاعت قبول کرلیں گے یا جانیں لڑا کر دے دینگے۔

راؤ آپا۔ (کھڑے ہوکر) رانی صاحبہ! جب میں آدمیوں کے ہجوم میں تھا۔ ایک نہایت شرمناک واقعہ پیش آیا تین انگریز مسلمانوں کی صورت میں پکڑے گئے جو آپ کے پاس محصورین کی امداد کیلئے آرہے تھے۔ جب اُن کا لباس علیحدہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ تینوں افسر تھے جو قلعہ کی حفاظت نہایت انہماک کے ساتھ کر رہے تھے (منہ پر ہاتھ رکھ کر اور منہ پھیر کر) میری آنکھوں کے سامنے بخشش علی کے ساتھیوں نے اُن کو ذبح کر دیا تاکہ اور لوگوں کو جو آپ سے ملنا چاہیں تنبیہ

ہو جائے (فدا ٹھہر کر) اسی غل و شور میں میں نکل بھاگا۔

{رانی بیچ سے کھڑی ہو جاتی ہے اور مٹھی دبا کر سینہ پیٹتی ہے
اور اِدھر اُدھر قدم ڈالتی ہے اور سر ملا کر غصہ میں کہتی ہے}

رانی۔ بیشک اب بادل گھر آئے ہیں۔ خون برسنا شروع ہو گیا ہے اور معلوم نہیں اب کب بند ہو۔

{پہلے بھنبھناہٹ کی آواز آتی ہے اور پھر یہی آواز بلند ہو جاتی ہے اور شور ہونے لگتا ہے صحن میں ہجوم دکھائی دیتا ہے جو بخشش علی کی قیادت میں توپیں تلاش کرتا ہے۔ غل ہوتا ہے کہ توپیں چل گئیں بخشش علی کی آواز گونجتی ہوئی سنائی دیتی ہے۔ رانی کو برا بھلا کہتا ہے اور مقابلہ کرنے کو تیار ہے۔ ہجوم بھی بخشش علی کی آواز کو دہراتا ہے جس سے وہ خوش ہوتا ہے۔ محل میں سب متوحش ہو جاتے ہیں اندر آؤ روتا ہوا رانی کے پاس جاتا ہے۔ ہاتھ کانوں پر رکھے ہوئے}

اور سر جھکائے ہوئے۔ رانی کوشش کر کے بولتی ہے
اور راؤ آپا کو بلا کر آنند راؤ کو علیحدہ لے جانے کیلئے کہتی
ہے۔ اسی اثنا میں گنگا بائی آہستہ سے بالا خانہ پر آجاتی
ہے۔ خود چھپ کر صحن پر نظر ڈالتی ہے۔ غل کچھ دیر کیلئے
کم ہو جاتا ہے اور بخشش علی کی آواز اور ڈانٹ پھٹکار
سنائی دیتی ہے۔ راؤ آپا اور لڑکا جب آواز تیز ہوتی ہے
ٹھہر جاتے ہیں مگر لڑکا کچھ نہ کچھ بولتا جاتا ہے

بخشش علی کی آواز۔ کہاں ہے وہ لا مذہب بُت پرست بے حیا
عورت؟ کہاں ہے؟ ہمارے عتاب سے ان کافروں کو کیسے بچائیگی
اُس کو باہر لے آؤ میں خود اُسے قتل کرونگا۔ انگریزوں کے سب
دوست ہمارے دشمن ہیں۔ لے آؤ! ورنہ ہم اس منحوس بھٹ میں آگ
لگا دینگے۔ خدا نے یہ پاک کام میرے سپرد کیا ہے کہ میں ہندوستان
کو ان تمام وباؤں اور خباثتوں سے پاک کر دوں۔ جاؤ ابھی لاؤ۔

ورنہ تم سب قتل کئے جاؤ گے۔

[باہر شور ہوتا ہے اور اس کی آواز گم ہو جاتی ہے]

رانی۔ (جس طرح کوئی کسی کام پر تیار ہو۔ آنند راؤ کی طرف اشارہ کرکے) راؤ آپا! اس چوں چوں کرنے والے چوہے کو لے جاؤ اور کسی سوراخ میں چھپا دو۔ دیہ سچا مرہٹہ معلوم ہوتا ہے نہ شاہی خاندان کا موزوں قائمقام ہو سکتا ہے۔

{راؤ آپا دروازے کی طرف جاتا ہے اور آنند راؤ کو ہاتھ پکڑ کر لے جاتا ہے۔ یکایک وہ کا ہاتھ چھڑا لیتا ہے اور رانی کی طرف جھپٹتا ہے اور چھوٹے ہاتھوں سے اسکو پکڑ لیتا ہے}

آنند راؤ۔ مہربانی کرکے مجھے نہ بھیجئے رانی ماں۔ میں اب نہ روؤں گا۔ میں مرنے سے نہیں ڈرتا مگر میں آنسو نکلنے سے مجبور ہوں۔ رانی ماں مجھے علیحدہ نہ کیجئے۔ دیکھئے میں اب نہیں روتا ہوں (ماں کی طرف دیکھ کر) اور اگر چلاؤں بھی تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں ڈرتا ہوں میں

مرہٹہ سپاہی ہوں اور دشمن سے خوب مقابلہ کرسکتا ہوں۔

{ رانی جھک جاتی ہے اور اُس کو گلے لگا کر پیار کرتی ہے اور راؤ آپا کو اشارہ کرتی ہے کہ وہ بالاخانہ سے دُور ایک جانب کھڑا ہو جائے۔ }

گنگا بائی۔ (زور سے بالاخانہ سے نیچے دیکھتی ہے) وہ توپیں لئے جا رہے ہیں۔ محافظ اُن کو امداد دے رہے ہیں۔ اُن کو گولیاں بارود بھی مل گئی ہیں۔ لیجئے! محافظ بتلا رہے ہیں کہ توپیں کیونکر بھری جاویں گی۔ توپیں اب علیحدہ کی جا رہی ہیں بخشش علی اور اس کے ہمراہی محل کی طرف آ رہے ہیں۔ شاید اب وہ بدنامی بھی کرے گا۔

بخشش علی کی آواز۔ اُس رنڈی کو! دھر لاؤ! لاؤ! ہم اُس کو قتل کرینگے۔ وہ انگریزوں کی حامی ہے جنہوں نے ہمارے مذہب کی تذلیل کی ہے اور ہماری عزت برباد کی ہے اُس کو باہر لے آؤ! ورنہ اس منحوس جگہ پر کسی کی خیر نہیں۔

[رانی اپنی ساری سنبھالتی ہوئی ایک چھوٹے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتی ہے اور بالاخانہ کی طرف بڑھتی ہے۔ گنگا بائی اور راؤ آپا آگے بڑھ کر اُسے روکتے ہیں لیکن وہ ان سے چھوٹ کر دروازے پر پہنچتی ہے۔]

رانی (بالاخانہ سے) بخشش علی! میں بالکل تیار ہوں اگر میری عزیز رعایا میری موت کی طالب ہے تو میں مرنے پر بالکل خوش ہوں لیکن اے جیل کے داروغہ! یاد رکھ کہ اگر میں اس وقت انگریزوں کی حمایت میں ایک کام بھی کرنا چاہتی ہوں تو تم نے ایسے میں کام کیے ہیں کیا تم نے ان کی خوشامد نہیں کی اور بار بار کُتّے کی طرح ان کے پاؤں نہیں چاٹے۔ یہی لوگ جو اس وقت تمہارے پیچھے آوارہ کتوں کی طرح چل رہے ہیں۔ تم سے کیا کچھ نقصان نہیں اُٹھا چکے ہیں۔ وہ اور دوسرے جھانسی والے ہمارے مابین فیصلہ کریں۔ جن غریبوں کو میں نے پوشاک دی۔ جن بھوکوں کو میں نے کھانا کھلایا اور جن فقیروں کو میں

نے بھیک دی اور جن قیدیوں کو میں نے رہا کیا اگر میرا خون بہانا چاہتے ہیں۔ بہائیں میں ایک لفظ شکایت زبان پر نہ لاؤں گی لیکن اگر وہ میری زندگی نہیں ختم کرنا چاہتے تو یقیناً اُنہیں تم کو! بخشش علی! تم کو اپنا شکار بنانا چاہیئے (ذرا سکوت ہوتا ہے اور ایک خفیف گنگناہٹ کی آواز آتی ہے) کیا؟ کیا تم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے؟ اچھا! میں فیصلہ کا انتظار کرتی ہوں اور اندر جاتی ہوں۔ جب تمہاری خواہش ہوگی میں تعمیل کیلئے فوراً آ جاؤنگی۔ اگر باشندگانِ جھانسی داروغہ جیل بخشش علی کو رانی لکشمی بائی کے مقابلہ میں ترجیح دینا چاہیں تو یقیناً رانی لکشمی بائی کو موت سے ہم آغوش ہو جانا چاہیئے۔

{ رانی بالاخانہ پر تقریر کر رہی تھی کہ ماما صاحب ننگی تلوار لئے موتی سنگھ کے کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ ذرا ٹھہر کر ماما صاحب بالاخانہ کی طرف بڑھتا ہے۔ گنگا بائی مداخلت کرتی ہے اور واپس ہونے پر اصرار کرتی ہے }

وُہ سب جب تک تقریر ختم نہ ہوئی مستعدی سے کھڑے رہے اس کے بعد رانی واپس ہوتی ہے اور کسی قدر عام تشویش میں کمی ہوجاتی ہے۔ گنگا بائی بالاخانہ پر اپنی جگہ واپس جاتی ہے۔ ماما صاحب تلوار میان میں کرلیتا ہے۔ رانی تھک کر بنچ پر بیٹ جاتی ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں گنگا بائی کسی قدر پہلے سے بلند آواز میں بات شروع کرتی ہے۔

گنگا بائی۔ وُہ اپنے خطرناک بھوتوں کے ساتھ واپس جارہا ہے۔ صحن بالکل خالی ہوگیا۔ اکثر لوگ آپ کی تقریر سُن کر واپس ہوگئے۔ لوگ اس کو نہیں چاہتے لیکن اس کے قصاب ساتھیوں سے ڈرتے ہیں

بخشش علی کی آواز۔ (دُور سے) سُن! بے شرم زنڈی! ابھی ہم تجھے چھوڑے دیتے ہیں پہلے تیرے انگریز رفیقوں کو صاف کردیں تب تجھ کو سمجھیں گے۔ لیکن اگر اس اثنا میں تو نے ان بے دینوں کو ذرا بھی مدد دی تو ہم بے رحمی سے تجھے قتل کر ڈالیں گے۔ تیرا گوشت چیلی کوّوں

کو کھلاویں گے۔ خوب سمجھ لے جو بخشش علی کہہ رہا ہے۔ مَیں نے محافظ سپاہی محل کے گرد تعینات کر دیئے ہیں اور اب کوئی بات مجھ سے نہ چھپ سکے گی۔

ماما صاحب۔ کیا تم نے اس کی آواز میں فرق کا امتیاز کیا۔ بیٹی! تم نے اسے ڈرا دیا ہے۔ اب وُہ ہم کو زیادہ نہ ستائیگا۔ جیسے ہی جھانسی راج قائم ہونے کا اعلان ہو گا ہم اس کی بھی فکر کریں گے (وُہ دیوان کی طرف معنی خیز نگاہ سے دیکھتا ہے) ابھی اُسے چھوڑو۔ (رانی سے) بیٹی! مَیں ایک خوشخبری لایا ہُوں۔ پیشواؤں کا عَلَم پھر بلند ہو گیا ہے اس بات کا اعلان ہوا ہے کہ تمام سچے مرہٹہ نانا صاحب کی اعانت کیلئے جمع ہو جائیں۔

رانی۔ (بیٹھی ہوئی) مرہٹہ کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں جب کہ مسلمان دہلی میں بہادر شاہ کو تخت پر بٹھا رہے ہیں۔

نرسنگھ۔ رانی صاحبہ! بہادر شاہ ضعیف شخص ہے اور وُہ صرف برائے نام

بادشاہ ہوگا ——— اصل حکمران تو مرہٹہ سردار ہی ہونگے۔

رانی۔ کیا سندھیا اور ہلکر نے بادشاہت کا اعلان کر دیا ہے؟

ماما صاحب۔ نہیں بیٹی! لیکن جہاں تک معلوم ہے گوالیار اور اندور کے حالات سندھیا اور ہلکر کو باغی سپاہیوں کی اعانت پر مجبور کریں گے۔

(ایک بلند آواز سنائی دیتی ہے اور اس کے بعد دوسری پھر ایک خوشی کی گونج سنائی دیتی ہے۔ کمرہ میں ہر شخص چونک پڑتا ہے اور رانی بیٹھ جاتی ہے۔ رانی پھر سیدھی لیٹ جاتی ہے اور آہیں بھرتی ہے اور بال نوچتی ہے اور اُس کا چہرہ تکیوں میں چھپا ہے اندر راؤ دوڑ کر اُس کے پاس آتا ہے اور روتا ہے اُس کے قدموں پر گر پڑتا ہے اُسی وقت گنگا بائی بالاخانہ پر دوڑ کر جاتی ہے اور فوراً واپس آتی ہے)

گنگا باتی۔ (اپنا ہاتھ آہستگی سے رانی کے ہاتھ پر رکھ کر اور غمگین آواز سے) بہن چُپ رہو۔ یہ اچھا ہے کہ اس قلعہ کی دیواریں ہماری توپوں سے گرا دی جاویں بجائے اس کے کہ دشمن کی توپیں گرا دیں۔

{رانی کے غم کو دیکھ کر سب آدمی اپنا سر جھکا دیتے ہیں اور راؤ آپا بظاہر بہت متاثر معلوم ہوتا ہے۔}

تیسرا منظر

رات کا وقت، تاریخ ۸ جون ۱۸۵۸ء۔ شمع روشن ہے اور کمرہ تاریک و خاموش۔ رانی پلنگ پر لیٹی ہوئی پنکھا جھل رہی ہے اور پریشان نظر آتی ہے۔ گنگا بائی رانی کے پاؤں کے پاس کھڑی ہے۔ انند راؤ اور راؤ آبا چوکی پر بیٹھے ہوئے اسلحہ پر صیقل کر رہے ہیں۔

رانی۔ (آہ بھر کر) کاشکے گنگا بائی میں نے تمہاری نصیحت مان لی ہوتی اور اس مصیبت سے بھاگ نکلتی کہ میرے دماغ کو تو سکون ہو جاتا۔

گنگا بائی۔ (افسوس کرتے ہوئے) بہن! ہونے والا ہو کے رہتا ہے۔ تمہاری تقدیر میں رنج تھا اور میری تقدیر میں اس رنج میں شرکت

کرنا یہی ہمارا دھرم ہے اور پھر بھاگ بھی کہاں جاتے۔ یہ مصیبت تو ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔

رانی۔ یہی کہہ کر میں بھی اپنے دل کو تسکین دیتی ہوں کہ اپنے ہی آدمیوں میں رہ کر مصیبت کا مقابلہ کیوں نہ کروں۔ اِدھر اُدھر جا کر نئے خطروں میں کیوں پڑوں۔

گنگا بائی۔ بہن! میں جانتی ہوں کہ بغیر آپ کے جھانسی میں امن دشوار ہے۔ ہر شخص اپنے فائدہ کی فکر میں ہے۔

{ بگل کی آواز باہر سے آتی ہے۔ رانی بیٹھ جاتی ہے اور ہر ایک ہوشیار ہو جاتا ہے۔ }

رانی۔ یہ سپاہیوں کے سردار ہوں گے۔ میرے باپ نے مجھے اُن کو یہاں لے آنے کی دھمکی دی ہے۔ گنگا بائی جلد میری زریں شال لے آؤ۔ ان بدتمیزوں سے رانی ہی کی طرح مجھے بات چیت کرنا چاہیے (گنگا بائی کمرہ سے باہر جاتی ہے) اِنندا تم تلوار اور زرہ بکتر لگالو۔

ہم کو ان معمولی سپاہیوں کو مرہٹہ شہزادہ کی صورت دکھا دینا چاہیئے۔

رانی نے آئینہ دیکھا۔ اپنی ساری اور بال ٹھیک کئے راؤ آپا نے آنند راؤ کو اسلحہ پہنائے۔ گنگا بائی واپس ہوتی ہے اور رانی کو شال اڑھاتی ہے پھر وہ سلیپر پہناتی ہے۔ دروازہ کھلتا ہے اور ماما صاحب معہ نرسنگھ اور دو ہندوستانی حکام کے اندر آتے ہیں اور نمبر ۱۲ رجمنٹ نیٹو انفنٹری اور نمبر ۱۴ گلر کیوری کو احکام دیئے جاتے ہیں جمعدار لال بہادر اور رسالدار لال محمد و نو بنگال آرمی کے افسران ہیں جو ایسٹ انڈیا کی فوج ہے۔ اول الذکر ایک چمکدار سرخ وردی جس پر سفید حاشیے ہیں پہنے ہوئے ہے اور ایک تلوار سفید ٹیکے سے لٹکتی ہے۔ رسالدار سفید کوٹ کیساتھ سفید برجس پہنے ہوئے ہے

[جو گھٹنے کے نیچے چپست ہے اور اُوپر کی طرف ڈھیلی اور
ایک کُرتہ پہنے ہے جو گھٹنوں تک نیچا ہے۔ منہ پر داڑھی ہے
اور سر پر پگڑی۔ جمعدار کی پگڑی سفید ہے اور رسالدار کی
پیلی۔ اول الذکر فوجی بوٹ پہنے ہے اور دوسرا ہندوستانی
جُوتہ۔ رانی کھڑی ہے اور انند راؤ اس کے پاس کھڑا ہے
گنگا بائی اور راؤ آپا پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ رانی کو دونوں
افسر فوجی قاعدہ سے سلام کرتے ہیں۔ وُہ اپنا ہاتھ کسی
قدر اُٹھاتی ہے اور کسی قدر گردن جھکا کر سلام لیتی ہے
بعد ازاں خاموش کھڑی رہتی ہے۔ سیدھی لیکن گردن
پیچھے گرائے ہوئے۔]

جمعدار۔ (کُرتے سے ایک دستاویز نکال کر) رانی صاحبہ! ہم لوگ غیر مہذّب آدمی ہیں اور محلّات کی تہذیب سے ناواقف ہیں اگر ہم خلافِ تہذیب کوئی بات کریں تو معاف کئے جادیں۔ وقت کم ہے اور

ہمیں دوسرے ضروری کام ہیں۔ اِس لئے معاف کیجئے ہم اس اعلان
کو جو ہم نے آپ کے معتقد رباپ اور دیوان کے مشورہ سے تیار کیا
ہے پڑھتے ہیں۔ (دستاویز پڑھنا شروع کرتا ہے) مخلوق خدا کی ہے
دونوں مذہب ایک ہی آزادی رکھتے ہیں۔ ملک بادشاہ دہلی
کا ہے اور رانی لکشمی بائی اُس کے نام سے جھانسی میں حکمران ہے
(نرسنگھ کو دستاویز دے کر) پس رانی صاحبہ آپ ان شرائط کو قبول
کیجئے اور اپنی مہر لگا دیجئے۔

رانی جمعدار صاحب! شرائط کیا ہیں؟

جمعدار۔ ہم نے آپ کے مشیروں سے بار بار کہہ دیا ہے کہ ہمارے شرائط
یہ ہیں کہ آپ ہم کو دہلی کے لئے روپیہ، آدمی، سامان وغیرہ فراہم کر دیجئے
آپ جھانسی کے بادشاہ کے نام سے حکومت کیجئے اور انگریزوں
اور ان کے رفقا کے حملوں کا مقابلہ کیجئے۔ آپ اس کام کے لئے
حسبِ ضرورت فوج رکھئے۔ اور آپ وعدہ کیجئے کہ آدمی، اسلحہ اور

روپیہ سے ضرورت کے وقت آپ مدد کریں گی۔

رانی۔ اور اگر میں انکار کروں ؟

رسالدار۔ (بدتہذیبی سے) تو آپ اور آپ کا لڑکا تخت سے علیحدہ کر دیئے جاویں گے یا شرائط قبول کیجئے یا علیحدگی منظور کیجئے۔

جمعدار۔ (اپنے ساتھی کے بازو پر پاس کو روکنے کے لیے ہاتھ رکھ کر) رانی! ہمارے دوست کو معاف کیجئے اس کی زبان فوجی زبان ہے یہی وجہ ہے کہ ہم نے آپ سے فوری فیصلہ کا اصرار نہیں کیا ہے اور وقت میں توسیع کرتے رہے ہیں کیونکہ آپ کے والد نے آپ کو ہمارا ساتھ دینے کیلئے تیار کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن اب انتظار کا موقع باقی نہیں ہے۔ آپ خود جانتی ہیں کہ جھانسی تباہی میں ہے۔ بدمعاش، چور، قاتل چاروں طرف گھوم رہے ہیں اور لوگ ہم سے اصرار کرتے ہیں کہ کوئی معقول راج قائم ہو جانا چاہیئے تاکہ جرائم کا انسداد ہو جائے۔ وہ یقین نہیں کرتے کہ یہ سپاہیوں کا قصور نہیں ہے کہ دوبارہ

جھانسی راج نہیں قائم ہوا۔ وہ باربار کہتے ہیں کہ اگر ہماری پیاری رانی کو تم گدّی پر نہیں بٹھلاتے ہو تو کسی اور کو بٹھادو۔

رسالدار۔ (بدتہذیبی سے) اور کل صورت حال بدتر ہوجائیگی جب انگریز ہم کو قلعہ سپرد کردینگے۔ اگر کسی بااختیار آدمی نے اُن کی حفاظت نہ کی تو بخشش علی اور اس کے ظالم رفقا۔ ان کو ذبح کر ڈالیں گے ہم اُن کی حفاظت کے لئے نہیں بیٹھے رہیں گے۔ مزید براں ہمارے لئے حکم ہے کہ ہم قلعہ پر قبضہ کرکے فوراً دہلی روانہ ہوجائیں۔

ماما صاحب۔ (نرمی سے) بیٹی! شاید تم کو معلوم ہوا ہو کہ ہمارے دوست (افسران کی طرف اشارہ کرکے) سداشیو راؤ سے مل کر آئے ہیں جو تمہارے خلاف اور آنند کے خلاف کچھ عرصہ سے سازش کررہا ہے یہ بدمعاش بہت گستاخ ہوگیا ہے اور راجہ گنگادھر کا رشتہ دار بنتا ہے۔ گدی کا بذات خود مالک بنتا ہے۔

جمعدار۔ رانی! یہ دُرست ہے اور ہم نے سداشیو راؤ سے کہدیا ہے

کہ اگر آپ ہمارے شرائط قبول کریں گی تو ہم اُس کے راجہ ہونے کا اعلان کر دینگے۔

{رانی ان کی طرف سے منہ پھیر لیتی ہے اور ہتھیلی پر ہتھیلی رکھ کر ہاتھ جوڑتی ہوئی تین بار گردن جھکاتی ہے اور کچھ کہتی ہے پھر گھوم کر دونوں افسروں کی طرف دیکھتی ہے۔}

جمعدار صاحب! قبل اس کے کہ میں اپنا آخری تصفیہ تبلاؤں مجھے ایک سوال کا جواب دو۔

جمعدار۔ رانی صاحبہ! پوچھئے!

رانی۔ اگر میں جھانسی راج قائم کر بھی دوں تو اس بات کی کیا ذمہ داری تم لیتے ہو کہ تم پھر میرے خلاف بغاوت نہ کروگے جب کہ تم انگریزوں کے خلاف غدر کر رہے ہو؟

رسالدار۔ (اپنے دوست کو الگ ہٹا کر) میں جواب دوں گا صرف ایک

ذمّہ داری۔ اور وُہ یہ کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ اچھّا سلوک کریں
جو آپ کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈالیں۔ انگریزوں نے میری
تیس برس کی ملازمت کے صلہ میں مجھے کیا انعام دیا۔ جوانی میں جنرل
پولک کے ساتھ میں افغانیوں کے مُلک کابل گیا اور انگریزوں کو
قید سے رہا کرایا۔ بعد ازاں نیپیر صاحب کے ساتھ سندھ میں خدمات
انجام دیں اور میانی کی جنگ میں لڑا۔ بعد ازاں گف صاحب
کی ماتحتی میں سکھ خالصہ کے مقابلہ میں مدد کی اور فیروز پور میں لڑا۔
پھر فیروز آباد اور سبراؤں میں لڑا۔ سکھ جنگ کے بعد میں برما اور سیکم
کے میدان میں گیا۔ میرے جسم پر چھ زخم ہیں۔ بائیں پاؤں کی دو
انگلیاں ندارد ہیں۔ صرف دائیں کان سے سُن سکتا ہوں اور اس سب
کے صلہ میں مجھے کیا ملا۔ مجھے اپنا گھوڑا، سائیس اور وردی رکھنا
پڑتی ہے اور اپنی خوراک کا خود انتظام کرنا پڑتا ہے۔ بحالت صلح
میری تنخواہ میرے ذاتی خرچ اور بال بچّوں کے خرچ کے لئے بالکل

ناکافی ہے اور میدانِ جنگ میں جانے کیلئے مجھے ساہوکاروں کے پاس جانا پڑتا ہے۔ میری تمام جائداد رہن ہے اور میری بیوی کے اکثر زیور گروی ہیں۔ پھر بتلاؤ میں انگریزوں سے کس طرح محبّت کروں؟

جمعدار۔ رانی! میرے دوست رسالدار صاحب بدزبان ہیں لیکن ان کا دل بالکل پاک ہے۔ زبان ضرور تلخ ہے اور ہم سب قریب قریب ایسے ہی ہیں ہم یہ ساری مصیبت برداشت کر لیتے لیکن جب کارتوسوں میں سور کی چربی لگی دیکھی تو ہمارا صبر جاتا رہا۔ ایک سپاہی سب سے زیادہ اپنی عزّت کا خیال رکھتا ہے۔

رسالدار۔ (آگے جھپٹ کر) بادشاہ کی حکومت کے زمانہ میں اور خود مرہٹہ حکمرانوں کے زمانہ میں ایک جنگجو سپاہی اگر قابلیت اور عقل رکھتا تھا تو وہ ترقی پاکر فوج کا حاکم اور صوبہ دار بن سکتا تھا لیکن اب ایک نوجوان سوار یا سپاہی کوئی اُمید ترقی نہیں کر سکتا۔ ہم سب کمپنی کے معمولی

سپاہیوں سے زیادہ نہیں. سب مصیبت اور وقت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انگریزی حکام کرنل جرنل بن جاتے ہیں۔ یا اچھّی اچھی جگہوں پر متعیّن ہو جاتے ہیں مجھ کو اور میرے دوست کو سوائے ایک معمولی پنشن کے کیا اُمّید ہے. وُہ بھی جب زندہ رہے بنگال فوج کے سپاہی اور سوار کمپنی کے عَلَم کو ہندوستان بھر میں لئے گھوم رہے ہیں۔

{ اُسی وقت بالاخانہ سے رونے چلّانے کی آواز آتی ہے. رانی راؤ آپا کو جو کھڑکی کے قریب کھڑا ہے دیکھتی ہے اور یہ بھی دیکھتی ہے کہ صحن میں کیا ہو رہا ہے جب راؤ آپا کی نظر اُس پر پڑتی ہے تو راؤ آپا کمرہ سے باہر جاتا ہے. آواز زیادہ بڑھتی جاتی ہے. یہاں تک کہ رسالدار کے الفاظ سُنائی نہیں دیتے رانی دروازہ کو غور سے دیکھتی ہے کہ شاید راؤ آپا آتا }

ہو اور پھر سب کی طرف دیکھتی ہے۔ ماما صاحب دروازہ کی طرف جھکتا ہے جس کو راؤ آپا کھولتا ہے اور الگ ہو جاتا ہے اور بہت سے قصبہ کے باشندے دربار کے کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ سب خوفزدہ اور گھبرائے ہوئے۔ رانی کے سامنے زمین بوس ہوتے ہیں۔ اور اپنے ماتھے زمین سے ٹکراتے ہیں اور سینہ ہاتھوں سے پیٹتے ہیں اور زار و قطار روتے ہیں جو لوگ باہر کھڑے ہیں وہ بھی رو رہے ہیں۔ راؤ آپا کمرہ کے اندر کی غل کے متعلق دریافت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

رانی۔ (غصہ سے) راؤ آپا! اس کے کیا معنی ہیں؟ کیا تم پاگل ہو گئے ہو جو سب کو اس طرح دربار میں گھس آنے دیا؟

راؤ آپا۔ رانی صاحبہ! وہ کوئی خوفناک خبر سنانے آئے ہیں۔

رانی۔ (قریب کھڑے ہوئے باشندوں سے) کیا ہے؟ بولو کیا ہے؟

(اور زیادہ رونا پیٹنا شروع ہوتا ہے) خوف مت کرو جو کچھ کہنا ہے کہو۔

پہلا باشندہ۔ (رو کر) انگریز قیدی۔ رانی صاحبہ! انگریز قیدی (سسکیاں لے کر)

رسالدار۔ (غصّہ سے) انگریز قیدی بیوقوف کہاں ہیں؟ تبلاؤ یہ غل و شور کیوں ہے ورنہ مَیں تم سب کی کھال کھینچ لونگا۔

رانی۔ (آہستہ سے) اُسے کہنے دیجیے۔ رسالدار صاحب! آپ اس سے پھر سوال کرسکتے ہیں۔ ہاں! کہو! انگریز قیدیوں کی نسبت تم کیا کہتے تھے؟

سب باشندے۔ (رو رو کر اور سینہ پیٹ کر) اُن کو قتل کر ڈالا۔ رانی صاحبہ! بے رحمی سے قتل کر ڈالا —— مرد —— عورت —— بچّے!

[خاموشی پھیل جاتی ہے اور رانی اور حکام ایک دوسرے

[کو بنظرِ تعجب غور سے دیکھتے ہیں۔]

راؤ آپا۔ (سمجھانے کے لئے آگے بڑھ کر) جب رسالدار صاحب اور جمعدار صاحب اس قلعے سے سپہر کو روانہ ہو گئے تو فوراً ان کے پاس بخشش علی آیا۔ محصور انگریز قیدیوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اسلحہ رکھ دیں اور قلعے سے فوراً باہر نکل آویں۔ اُن کو جھانسی سے بہ حفاظت دوسرے مقام پر پہنچا دیا جائیگا۔ انگریزوں نے شرائط قبول کئے اور بخشش علی نے اُن کی محافظت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی کیونکہ وُہ ہنوز ان کا ملازم تھا اُس نے اور اُس کے بدمعاش رفقا نے انگریزوں کو معہ بیوی بچوں کے جوکھن باغ پہنچایا اور وہاں اُن سب کو یہ کہہ کر کہ سپاہیوں کے سرداروں کا حکم ہے قتل کر ڈالا۔

[راؤ آپا کے بیان کے بعد رونا پیٹنا پھر جاری ہوا۔
رانی پریشان حال کمرہ میں اِدھر اُدھر گھومتی ہے
بال بکھیرتی جاتی ہے اور پیشانی پیٹتی جاتی ہے]

{ دونوں افسر ٹاما صاحب اور نرسنگھ سرگوشی کے لہجہ میں تعریف کرتے ہیں۔ راؤ آپا لوگوں کو دلاسا دیتا ہے۔ انند راؤ رانی کو پریشان دیکھ کر گنگا بائی کے پاس جاتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ }

رانی۔ افسوس! افسوس!! ہم سب پر افسوس!!! اس بے رحمی اور وحشیانہ طریقہ کی خونریزی پر افسوس! ان مقتولین کی رُوحیں جب تک ہم زندہ ہیں ہمارے مسکن نہ چھوڑیں گی (غصّہ سے) گیدڑو! دُور ہو! تم اب مجھ سے کہنے آئے ہو جب سب قصّہ ختم ہو چکا۔ تم اُس وقت میرے پاس کیوں نہ آئے جب تم کو یہ علم ہوا کہ انگریز قلعہ حوالہ کرنے پر ہیں۔ بیوقوفو! بزدلو! دُور ہو! یہاں سے چلے جاؤ!

{ رانی سب کو بھگا دیتی ہے اور پیچھے سے بھاگنے کا اشارہ کرتی ہے وہ گرتے پڑتے بھاگتے ہیں۔ رانی ایک خاص

[شاہانہ لہجہ میں مخاطب ہوتی ہے]

رانی۔ جمعدار صاحب! آپ کے شرائط منظور ہیں اور اسی وقت سے جھانسی راج دوبارہ قائم ہوتا ہے اور رانی لکشمی بائی امورِ سلطنت منجانب کمار آنند راؤ اپنے ہاتھ میں لیتی ہے۔ رسالدار صاحب میرا پہلا حکم یہ ہے کہ آپ اور جمعدار صاحب جائیں اور بخشش علی کو معہ اُن لوگوں کے قتل کر ڈالیں جو اس قتلِ عام میں شریک تھے۔ ان پر رحم نہ کیا جائے بلکہ فوراً قتل کر ڈالے جائیں۔ آپ کو روپیہ میرے خزانچی دیں گے۔ جائیے اور جب تک کام نہ ہو واپس نہ آئیے۔ (رسالدار اور جمعدار سلام کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں) دیوان صاحب! راج کے اعلان پر مہر لگائیے اور اس کو باہر جا کر پڑھ دیجئے اور منادیوں کو ہر چہار طرف روانہ کیجئے کہ اعلان کر دیں کہ رانی لکشمی بائی بطور نائب گدی پر بیٹھ گئی ہے اور لوٹ مار اگر کوئی کریگا تو سخت سزا دی جائیگی اور یہ بھی اعلان کیا جائے کہ بخشش علی اور اس کے

بدمعاش رفقاء کو کوئی پناہ نہ دے کیونکہ راج نے ان کے قتل کا حکم دیا ہے۔

(نرسنگھ سلام کرتا ہے اور ڈھنڈھورا لگاتا ہے اعلان اور ڈھول اس کے ہاتھ میں ہے پھر بالاخانہ پر جاتا ہے اور باشندوں کو اعلان پڑھ کر سُناتا ہے۔)

رانی۔ آبا! آپ اور راؤ آپا محل کی حفاظت کے لئے ایک گارڈ جلد مقرر کیجئے اور ایک فوج ہوشیار سپاہیوں کی تیار کیجئے۔ دیر نہ کیجئے۔ ہم کو معلوم نہیں کس وقت جنگ کرنا پڑے۔

(ماما صاحب اور راؤ آپا جھک جاتے ہیں اور باہر جاتے ہیں۔ رانی اندرا د کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے جو گنگا بائی کے پاس سے جھپٹ کر آتا ہے اور اس کے چمٹ جاتا ہے تب وہ ایک ہاتھ اندرا د کے سر پر رکھتی ہے اور دوسرا ہاتھ پھیلا کر قسم کھاتی ہے۔)

رانی۔ اس وقت سے میں قسم کھاتی ہوں کہ آئندہ فوج کے ساتھ ہمیشہ جنگ میں آگے رہوں گی۔ آج بے گناہوں کا خون جھانسی میں میری مرضی کے خلاف مگر میرے نام سے بہایا گیا ہے۔ میں ہمیشہ اپنی رعایا کے لئے اپنا خون بہانے پر تیار رہونگی۔

{ اِدھر اُس نے یہ تقریر ختم کی اور اُدھر اعلان سنانے پر "رانی لکشمی بائی کی جے" کا نعرہ بلند ہوا۔ }

چوتھا ایکٹ

۱۸۵۸ء

پہلا منظر

بالاخانہ کے نیچے جھانسی راج کے محل کا صحن،
وقت شام، تاریخ ۳ مارچ ۱۸۵۸ء لوگوں کا
ہجوم، رانی اور اسکی فوج کا خیر مقدم جبکہ رانی؛
راجہ اور جیا اور اس کے رفقا سے جنگ کر کے
واپس آنے والی ہے۔ پردہ اُٹھتا ہے۔ سانپ

کا تماشہ، مداری کا تماشہ اور بانس کی ورزش کا
تماشہ شروع ہوتا ہے۔ تھوڑے وقفے کے بعد دیوان
نرسنگھ دروازہ سے گزر کر صحن میں پہنچتا ہے اور
ایک گھوڑے پر جو اُس کے سامنے فوراً لایا جاتا ہے
سوار ہوتا ہے۔ "دیوان صاحب کی جے" کا نعرہ
لگایا جاتا ہے اور وُہ متانت سے مسکرا کر سلام
لیتا ہے۔ لوگ اُس کے گھوڑے کے ارد گرد جمع ہو
جاتے ہیں اور وُہ گھوڑے پر بیٹھے ہوئے اُن سے
مخاطب ہوتا ہے۔

نرسنگھ۔ بھائیو! چند منٹ میں ہمارا پیارا حکمران راج کے دشمنوں سے کئی مہینے کے سخت مقابلہ کے بعد واپس آجائے گا۔ جھانسی راج کی نئی زندگی کے بعد سے نو مہینے تک جیسا آپ سب جانتے ہیں۔ رانی لکشمی بائی راجدھانی کا انتظام کر رہی ہیں اور یہ رانی

ہی کی ذات ہے کہ راج کو اگر زیادہ نہیں تو کم از کم وہ استحکام حاصل ہو گیا جو راجہ گنگا دھر کے زمانہ میں پایا جاتا تھا۔ پھر کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم رانی کا خیر مقدم نہایت گرمجوشی اور دلی محبّت کے ساتھ کریں اور اپنے سپاہیوں کی شاندار فتح کی جو انہوں نے نتھّے خان اور مہاراجہ اورچھا کی فوجوں پر حاصل کی ہے خوشی منائیں (دیوان صاحب کی جے کے نعرے) میں اب اپنے معزّز حکمران کے خیر مقدم کیلئے شہر کے باہر جاتا ہوں اور اُس کو یہاں لاتا ہوں۔ آپ کا رانی کو خیر مقدم کہنا۔ رانی کی اُن شجاعانہ کارگزاریوں کو تسلیم کرنا ہے جو انہوں نے اور اُن کے معزّز باپ نے باشندگانِ جھانسی کے لئے انجام دی ہیں۔

{رانا صاحب روانہ ہوتے ہیں اور "دیوان صاحب کی جے" کے نعرے جاری رہتے ہیں۔ ایک بگل کی آواز سُنائی دیتی ہے اور وہ آہستہ آہستہ بڑھ کر}

ایک سریلے راگ میں تبدیل ہو جاتی ہے جس میں
ہندوستانی ڈھول، جھانجھ اور شہنائی کی آوازیں
شامل ہیں اور وقتاً فوقتاً ناقوس کی بھی آواز آتی
ہے۔ باجا جب قریب آیا تو مردانہ آوازیں جو ایک
ساتھ پیدا ہو رہی تھیں کان میں آئیں اور فوراً مسلح
آدمی چہار جانب سے صحن میں آگئے۔ اُن کے آگے
باجے والے، بگل والے اور ناقوس بجانے والے تھے
اکثر فوجی افغان اور روہیلے تھے جو صاحب ریش تھے
یا مغربی ہند کے مرہٹے تھے اور مختلف اقسام کے اسلحہ
اور بندوق، رائفل، تیر، کمان، بھالے، تلوار اور برچھے
وغیرہ سے آراستہ تھے۔ وردیاں بنگال کی فوجی سپاہیوں
کی سی تھیں اور کچھ دوسری قسم کی ابتدائی وحشی اقوام
والی شکاری پوشاکیں بھی تھیں۔ ڈھال، زرہ بکتر بھی

تھے۔ فوج صحن میں داخل ہوتے ہوئے چند اشعار گا رہی تھی اور اسلحہ کی جھنکار یا تالیوں سے تال ملائی جاتی تھی۔

سُرخ علم بلندی پر نصب کیا گیا اور "رانی کی جے" "کُمار کی جے" کے نعرے لگائے گئے۔ لوگ راگ کا آخری حصّہ فوج کے ساتھ بلند آواز سے دُہرانے لگے۔ شور و غل بڑھتا گیا اور جب حد سے زیادہ بڑھ گیا تو رانی اپنے جنگی ہاتھی پر سوار ہوئیں۔ آگے سُرخ علم تھا جو کسی وقت علیحدہ نہ ہوتا تھا۔ مرہٹہ گارڈ کے افسر کی وردی رانی نے زیب تن کی تھی جس میں چُست کُرتا، سفید پائجامہ اور پگڑی تھی اور ٹپکے سے تلوار لٹک رہی تھی اور پگڑی میں ایک نیلے رنگ کا طرہ بھی تھا۔ اُس کے پاس ہاتھی پر آنند راؤ بھی تھے اور وہ بھی ایسے ہی

لباس سے مزین ہے۔ نرسنگھ، ماما صاحب، راؤ آبا
اور گنگا بائی کے ساتھ ساتھ گھوڑوں پر ہیں۔ گنگا بائی
رانی کی سی پوشاک پہنے ہے۔ لیکن طرہ نہیں ہے
رانی اور انندراؤ ہاتھی پر بیٹھے ہیں، مجمع کے لوگ سلام
کرکے اردگرد آجاتے ہیں۔ فوجیں اسی اثنا میں باجا
بجاتی ہوئی اپنے اپنے مقام پر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ماما صاحب
اُتر کر محل میں داخل ہوتے ہیں۔ نرسنگھ، راؤ آبا
اور گنگا بائی بھی اُترتے ہیں لیکن وہ ہاتھی کے قریب
کھڑے رہتے ہیں۔ رانی چاروں طرف سلام لیکر
تقریر کرنا چاہتی ہے۔ مجمع خاموش ہو جاتا ہے اور
عماری سے جہاں انندراؤ بھی بیٹھا ہے تقریر شروع
کرتی ہے۔

رانی۔ پیارے دوستو! بھائیو! بہنو! آپ نے میری واپسی پر دلی مسرت

کا جو اظہار کیا ہے۔ اس سے میرے قلب پر گہرا اثر پڑا ہے۔
اور مجھے بھی اپنی واپسی پر غیر معمولی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ہم
کو گذشتہ مہینوں میں سخت صعوبت اُٹھانی پڑی۔ کیونکہ ہم نے
گستاخ دشمنوں پر جو ہماری پاک زمین پر حملہ کر رہے تھے فتح
پائی۔ میں بڑے فخر کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ شیوجی اور مہادیوجی
کی مہربانی سے ہمارے بہادر سپاہیوں نے ننھے خان اور
راجہ اورچھا کی فوجوں کو بالکل پسپا کر دیا۔ (اس پر رانی لکشمی بائی
کی جے کے نعرے بلند ہوتے ہیں اور رانی ہاتھ اُٹھا کر سب کو خاموش
کرتی ہے) لیکن بھائیو! میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ ہماری
مشکلات ابھی ختم نہیں ہوئی ہیں۔ ہم کو بہت جلد ایک اور
دشمن کا ..... جو مہاراجہ اور ننھے خان سے زیادہ سخت ہے
مقابلہ کرنا ہے۔ یہ خبر ہم کو راستے میں ملی کہ انگریزوں نے ساگر
میں ایک بڑی فوج جمع کی ہے اور ہمارے مقابلہ کے لئے وہ

روانہ ہو چکے ہیں۔ (مجمع کے لوگوں پر سنجیدگی چھا جاتی ہے)
پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم راستی پر ہیں۔
اور ہمارے ذرائع بھی کافی وسیع ہیں۔ ہمارے شہر جھانسی
میں صرف غلّہ ہی کا ذخیرہ کافی نہیں ہے بلکہ سامانِ جنگ بھی
موجود ہے اور تانتیا ٹوپی اور رنپور کے راجہ نے بھی ہم کو آدمی،
اسلحہ اور توپیں دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جب انگریز حملہ کریں گے
تو ان کی مدد ہم کو مل جائیگی۔ (نعرے "جھانسی راج کی جے" کے
لگتے ہیں) پس اگر دشمن ہمارے گھر کے قریب بھی آجائے تو
کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے اور اگر آپ نے ہمارے سپاہیوں کی مدد
کی تو آپ خود نتیجہ دیکھ لیں گے۔

{فوج کوچ کا راگ بجانے لگتی ہے۔ رانی اور
اندر آ ذ ہاتھی سے اتارے جاتے ہیں اور ہاتھی
الگ لے جایا جاتا ہے۔ رانی مجمع کے بیچ سے}

{ مہا اندر رانی کے گزرتی ہے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر
جو لوگ قریب ہیں اُن سے مخاطب ہوتی ہے۔ }

رانی۔ اب بھائیو! معاف کرنا چونکہ مجھے مہا دیوجی کے مندر جانا ہے اِس لئے مُنہ ہاتھ دھونے کے لئے اندر جاتی ہوں۔ مَیں تھکی ہوئی ہوں۔ اور میلی ہو رہی ہوں۔ مَیں نے ماما صاحب اپنے والدِ بزرگوار سے دریافت کر لیا ہے۔ جن کی عاقلانہ تدبیروں کے بدولت ہم کو یہ فتح نصیب ہوئی۔ اس وقت مَیں نے جو کچھ کیا۔ اِس سے مقصود صرف یہ تھا کہ آپ کو ہماری ہمّت اور ہماری فوج کی شجاعت کا علم ہو جائے۔ آج شام کو مَیں تمام معزّزینِ شہر کو جمع کر کے اُن سے مشورہ کروں گی۔ تاکہ انگریزوں کے خلاف تحفظ کا سامان بہم پہنچ سکے اور آپ کو تیاری کر جنگ کے لئے۔ مَیں آپ سے کیا چاہتی ہوں جو آپ میں ہندو ہیں مندر ہو آئیں اور وہاں نذر چڑھائیں اور فتح کے لئے جو ہم کو

حاصل ہوئی ہے شکریہ ادا کریں اور اس آئندہ جنگ میں فتح یابی کی دعائیں مانگیں اور مسلمان میرے لئے اپنے اللہ سے مدد مانگیں۔ سلام۔ مستقبل سے نہ ڈرو۔ نہ دل میں شک لاؤ۔ نتیجہ اچھا برآمد ہوگا لیکن اپنا وقت غفلت اور آرام طلبی میں نہ گنوانا۔ ہمارے سامنے ایک بڑا کام ہے اور ہم کو اس کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔

{ جو نہی وہ تقریر ختم کرتی ہے۔ "رانی صاحبہ کی جے" "کمار صاحب کی جے" کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔ تمام سپاہی اپنی جگہ باجا بجانے لگتے ہیں اور ان کے اسلحہ سے جھنکار پیدا ہوتی ہے۔ اسی اثنا میں رانی ہاتھ جوڑ کر چاروں طرف مجمع کو سلام کرتی ہے اور پھر محل میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس کے آگے سرخ علم ہے اور پھر اندر داؤ اس کے پیچھے نرسنگھا }

جھانسی کی رانی

گنگا بائی اور راؤ آیا ہیں۔ ماما صاحب بالاخانہ پہ آتا ہے اور مجمع "ماما صاحب کی جے" کا نعرہ لگاتا ہے۔ ماما صاحب سلام کرتا ہے۔ پردہ اُس غل مچانے والے مجمع پر گرتا ہے اور وہ سب مجتمع ہو کر بالاخانہ کے نیچے کھڑے ہوتے ہیں کہ ماما صاحب کی تقریر سُنیں۔

دوسرا منظر

دربار کا کمرہ، تاریخ دو اپریل، وقت آدھی رات،
انگریزوں نے سرہیوگ روز کی ماتحتی میں جو بعد
میں لارڈ اسٹراتنارن کے نام سے مشہور ہوا جھانسی
کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ گدی دکھائی دیتی ہے۔ کمرہ
غیر آراستہ ہے اور ہر چہار طرف بندوقیں، تلواریں
اور اسلحہ پھیلے ہوئے ہیں۔ باہر سے رائفل کے فیر
کی آواز آتی ہے۔ لیکن توپ کی کوئی آواز نہیں ہے،
رانی اپنی پوشاک پہنے ہوئے گدی پر رونق افروز
ہے اور اندرا دا اس کے پاس بیٹھا ہے کہ آتی

جھانسی کی رانی

مرتبہ ذی اقتدار ہستیوں سے مشورہ کر رہی ہے
چہرہ پر پریشانی کے آثار نمایاں ہیں اور ہر چند وہ
خاموش ہے تاہم اس کے چہرہ سے اندرونی
حالت کا پتہ لگتا ہے۔ اُس کے سامنے اکابر کا
مجمع ہے جن میں سے اکثر ہندو ہیں اور گر دن جھکائے
نرسنگھ کی تقریر سُن رہے ہیں۔ نرسنگھ ایک
چھوٹے اسٹول پر بیٹھا مجمع سے مخاطب ہو رہا ہے
راجا صاحب بھی بیٹھا ہوا مجمع سے خطاب کر رہا ہے
دیوان بھی بیٹھا ہے۔ راؤ آپا اور گنگا بائی (وردی
میں) گدی کی بائیں جانب بیٹھے ہیں۔ وہ یکے
بعد دیگرے بالاخانہ پر جاتے ہیں اور حملہ کی علامات
دیکھتے ہیں۔

نرسنگھ۔ بھائیو! اور دوستو! وہ وقت قریب آرہا ہے جب ہم کو انگریزوں

سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ جب تک تانیتا صاحب کی امداد
کی اُمید تھی ہم کو انگریزوں کے مقابلہ کا زیادہ خوف نہ تھا۔
ہمارے لئے انگریزوں سے مقابلہ آسان تھا لیکن اب کہ
تانیتا کی فوج ہماری آنکھوں کے سامنے شکست کھا چکی
ہے اور وُہ خود بیتوا سے کالپی کی طرف بھاگ چکا ہے۔ تو
ہماری شکست بھی یقینی ہے۔ ہمارا دوسرا حامی رنپور کا راجہ
بھی شکست کھا چکا ہے۔

ایک سردار۔ سچ ہے دیوتاؤں کا دلی منشا سمجھنا بہت مشکل ہے یہ
کون سمجھ سکتا تھا کہ تانیتا صاحب کی قومی فوج کو کمپنی کے چند
سپاہی دھوئیں کی طرح اُڑا دینگے۔

ماما صاحب :۔ (پریشان ہوکر اور سر جھٹک کر) یہ کمبخت تو پیں اور
فوج کی قواعد دانی سب کام خراب کر دیتی ہے یہ توپیں جو
ہمارے قلعہ کی دیواروں کو ڈھا دیتی ہیں ہر چیز تباہ کر سکتی

ہیں۔ ہمارے بہادر افغانی سپاہی بھی توپوں کو دیکھ کر کانپنے لگتے ہیں۔ ہمارے قلعہ کی دیواروں میں اُنھوں نے راستہ بنا لیا ہے اور ہم مرمت کی کوشش کرتے بھی ہیں تو بیکار ثابت ہوتی ہے۔ ہم بدقت، تمام پتھر لگا کر اُس کی مرمت کرتے ہیں کہ ان کی توپیں پھر انہیں ڈھا دیتی ہیں۔

راؤ آپا۔ (خاموشی سے) میری طرف بھی یہی حال ہے۔ جب ہم کسی جگہ توپ رکھتے ہیں تو وہ اس کو برباد کر دیتے ہیں۔ ہمارے آدمی بھی جن کے پاس اچھے ہتھیار نہیں ہیں بکثرت ضائع ہو رہے ہیں۔ میدان جنگ کے لئے کوئی بھاری توپ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اگر یہ محل اتنا مضبوط نہ ہوتا تو یہ بھی کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔

ماما صاحب۔ (کمزور آواز سے) مَیں صرف اُنکی توپوں ہی کی تعریف نہ کروں گا۔ بلکہ اُن کے قاعدہ قانون کی بھی۔ جب انگریز افسر

کوئی حکم دیتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ یا تو کام پورا ہوگا یا سپاہی
اپنی جان ضائع کر دیں گے۔ ہمارے آدمی بھی انگریز سپاہیوں
کی طرح بہادر ہیں لیکن تعمیل حکم نہیں کرتے۔ اگر میں کسی کام کا حکم
دوں تو اس کو پورا کرنے کے لئے مجھے کھڑا رہنا پڑے گا۔ ورنہ
حکم بیکار ہو جائیگا۔ ہم فرداً فرداً جنگ کرتے ہیں۔ وہ متحدہ کوشش
کرتے ہیں۔

رانی۔ (تھکی آواز میں) کیا مناسب نہ ہوگا کہ ہم اس وقت پر غور کریں
جب انگریز اندر داخل ہونگے۔ ہم کو اس وقت کیا کرنا چاہیئے۔
ہماری قسمت پر تو مہر لگی ہوئی ہے اس لئے ہم کو ان حالات
پر غور کرنا چاہیئے جو تھوڑی دیر میں ہمارے سامنے آنے
والے ہیں۔

ایک سردار۔ رانی صاحبہ! مستقبل کا کیا سوچنا۔ ہمارے دل خود
اپنی بدقسمتی پر رو رہے ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ انگریز بڑے بڑے

لوگوں کو توپ سے اُڑا دیتے ہیں اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہوا میں چاروں طرف پھینک دیتے ہیں۔ پھر ہم اپنے لئے کیا سوچیں جب کہ ہم کو ڈر ہے کہ رانی لکشمی بائی کے لئے یہی مصیبت آنے والی ہے۔

{ دوسرے سردار اس تقریر کی موافقت میں سر ہلانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہے! ہے! لکشمی بائی! بیچاری لکشمی بائی! }

رانی۔ (غمزدہ ہو کر مسکراتی ہوئی اور چاروں طرف سلام کرتی ہوئی) دوستو! مت ڈرو! لکشمی بائی انگریزوں کی مہیب توپوں کا نشانہ نہ بنے گی۔ (اپنی کمر سے ایک خنجر نکال کر اور دکھا کر) اگر میرا مردہ جسم ان کو اطمینان بخش سکتا ہے تو آئیں۔ لیکن مجھے وہ زندہ نہیں لے جا سکتے (افسوس کے ساتھ سب نے تائید کی) لیکن یہ باتیں قبل از وقت ہیں۔ تمہارا کیا ارادہ ہے والد صاحب!

ماما صاحب۔ جنگ کرنے والے سپاہی اپنی زندگی بیچنے کیلئے تیار ہیں۔ ہم انگریزوں کے ہاتھوں میں پہنچ کر اُن سے کوئی رحم کی اُمید نہیں کر سکتے۔ بس بجائے اطاعت قبول کرنے کے ہم لڑتے لڑتے مرجانا پسند کرینگے۔

تیسرا سردار۔ آبادی کے بھاگنے کا راستہ ہر طرف مسدود ہو چکا ہے۔ آج شام کو جب تانتیا صاحب کی شکست کی خبر ملی۔ میرے چند احباب معہ اپنے بال بچوں کے شمالی پھاٹک سے بھاگ جانا چاہتے تھے لیکن انگریزی فوج فوراً اس کو سمجھ گئی۔ اور ان کو بندوقوں کا نشانہ بنایا۔ اس لئے اب جو قسمت دکھائیگی دیکھنا پڑے گا۔

رانی۔ والد صاحب! آپ کے خیال میں انگریز کتنی دیر میں حملہ کرینگے؟

ماما صاحب۔ وہ جس وقت چاہیں حملہ کر سکتے ہیں کیونکہ دیوار میں شگاف ہو چکا ہے۔ جنرل روز اگر بہت صبح حملہ کر دے تو مجھے

تعجب نہ ہوگا کیونکہ ان کا افسر بہت جوشیلا ہے اور ہمیشہ حملہ میں ابتدا کرتا ہے۔

رانی۔ (کھڑے ہو کر فیصلہ کُن لہجہ میں) بس ہم کو اپنی ترکیب فوراً سوچ لینا چاہیئے۔ مَیں نے تو سوچا ہے کہ شرفاء کی آبادی اور اُن کے بال بچّوں کو کسی طرح اذیّت نہ پہنچنے پائے۔ بہت سی عورتوں کی زندگی دیوار کی مرمت میں ضائع ہوئی۔ اس لئے جنوب میں جتنے مکانات ہیں اور جہاں جہاں شگاف ہے سب خالی کر دیئے جائیں، جو لوگ جنگ میں شریک نہیں ہیں۔ وُہ شمالی حصّہ میں جمع ہو جائیں۔ اُسی طرف دیوان صاحب رہیں گے اور جب انگریز اُدھر آدیں گے تو وُہ ہتھیار ڈال دینگے۔ ہمارے لڑنے والے سپاہی جنوب میں رہیں گے اور ہر مکان کے مکین کو پورا مقابلہ کر کے جان دینا ہوگی۔ محل آخری دم تک نہ چھوڑنا چاہیئے۔ جب انگریز شہر میں جنگ و جدل کریں اُس وقت ہم

آسانی سے قلعہ چھوڑ سکتے ہیں اور محافظ سپاہی اور سوار بھی قلعہ سے علیحدہ ہو سکتے ہیں اُن کا یہ فرض ضرور ہے کہ کمار آنند کو دشمنوں کے ہاتھ میں جانے سے بچائیں۔ جب تک کمار آزاد ہے جھانسی راج کے دوبارہ قائم ہونے کی اُمید باقی ہے۔ تانتیا نے مجھے پیغام بھیجا ہے کہ اگر جھانسی ہاتھ سے نکل جائے تو میں کمار آنند اور جتنے آدمی ہو سکیں اُن کو لے کر فوراً اُس سے کالپی میں ملوں ہمّت نہ ہارو! دوستو! سیواجی مغلوں سے اپنی زندگی بچا کر لے گیا اور آخر میں اُن پر غالب آیا۔ جھانسی انگریزوں کے ہاتھ میں چلی جائے لیکن اگر ہم اپنے اعتقاد کو مضبوط رکھیں اور ہوشیاری سے کام لیں تو جھانسی پر پھر ہماری حکومت ہو جائے گی۔

{رانی تھوڑی دیر تک اُن کی طرف دیکھتی ہے
اور گدّی سے اُتر کر آتی ہے اور ہر ایک کو}

{کھڑا کرکے اُس کو ہندو طریقہ سے سلام کرتی ہے
ہر ایک رانی کے سلام کا جواب دیتا ہے اور
جُھک کر پیر چھوتا ہے اور پھر ہاتھ سر تک اُٹھاتا
ہے جب تمام اکابر رخصت ہو جاتے ہیں تو
رانی واپس ہوتی ہے اور ایک مرتبہ گھوم کر
پھر سلام کرتی ہے۔ اکابر جو کمرہ میں ہیں رونا
شروع کرتے ہیں اور کچھ کی سسکیاں بندھ جاتی
ہیں۔ ان اکابر کے جانے کے بعد جو رہ جاتے
ہیں ماما صاحب ہے جو بے صبری سے رانی کی
طرف جھپٹتا ہے اور سسکیاں لیتے ہوئے پیروں
پر گر پڑتا ہے۔}

ماما صاحب۔ (سسکیاں لے کر) بیٹی مجھے اس مصیبت کے لئے
جو میری ذات سے تیرے سر پر آئی ہے معاف کر! اگر میری

موت سے تیری مصیبتیں کوئی کمی ہو جائے تو میں اسی وقت مرنے کیلئے تیار ہوں۔

رانی۔ (اپنے والد کو اُٹھا کر اور سپاہی کی طرح اُس سے چمٹ کر) والد صاحب! آپ کو اب کسی بات سے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ آپ نے گذشتہ چند مہینوں میں جھانسی کی خدمت کی ہے وہی ماضی کے واقعات بھلا دینے کے لئے کافی ہے۔ آپ نے مجھے ایک معزز مرہٹہ عورت بننے کا سبق دیا ہے اور جب تک میرے جسم میں جان ہے میں آپ کی نصیحت کی عزت کروں گی۔ قسمت نے ہم کو آپ سے جدا ہونے کا سامان کر دیا ہے آپ جب تک ہو سکے انگریزوں کا مقابلہ کیجئے اور میں آنند کمار کو لے کر بھاگوں گی تاکہ پھر جنگ جاری کی جا سکے دیوتاؤں اور دیویوں سے دعا کرتی ہوں کہ وہ لڑنے والوں کو طاقت عطا کریں جس کی کامیابی کے لئے ضرورت ہے۔

{ماما صاحب سیدھے ہاتھ سے رانی کے پاؤں چھوتا
اور پھر ہاتھ پیشانی تک اُٹھاتا ہے۔}

ماما صاحب۔ (سر جھکا کر) بیٹی! مَیں منکسرانہ طور پر کہتا ہُوں کہ مَیں تم سی بیٹی کا باپ ہونے پر بڑا فخر کرتا ہُوں اور مرتے دم تک مجھے اس بات کا پُورا یقین رہے گا کہ تمہارا اور آنند کا مستقبل خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن رانی لکشمی بائی میری عزیز بیٹی کا قصہ مرہٹہ قوم کے دلوں پر ہمیشہ نقش رہے گا بلکہ ہندوستان کے بچّوں اور بچیوں کی زبان پر رہیگا۔

{جُھکتا ہے، سلام کرتا ہے اور کمرہ سے باہر جاتا ہے تھوڑے وقفہ کے بعد نرسنگھ سامنے آتا ہے اور جھک کر رانی کے پاؤں سیدھے ہاتھ سے چُھوتا ہے اور ہاتھ پیشانی تک اُٹھاتا ہے اور پھر کھڑا ہو کر تقریر کرتا ہے۔}

نرسنگھ۔ (سسکیاں چھپا کر) رانی صاحبہ! مَیں آپ کا تابعدار ہُوں

میری التجا ہے کہ جو کام آپ نے میرے سپرد کیا ہے کسی دوسرے کے سپرد کر دیجئے۔ میں ماما صاحب اور فوج کے ساتھ اپنی موت کو پسند کرتا ہوں۔

رانی۔ (دبدبہ سے) دیوان صاحب! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ڈر کر بھاگ رہی ہوں۔ تم مجھ سے پوری طور پر واقف نہیں ہو۔ میں ایک با عزت موت کا موقع کھو رہی ہوں جو کہ مجھے اپنی فوج کے ساتھ جنگ کرنے میں حاصل ہے۔ میرا صرف خیال یہ ہے کہ شاید ہم کو تانیتا صاحب کی مدد مل جائے اور ہم دوبارہ لڑ کر فتح یاب ہو سکیں جو کچھ میں کر رہی ہوں مجھے پسند نہیں ہے لیکن ایسا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ تم کو بھی میرے حکم کی تعمیل کرنا چاہئے ورنہ پھر تم لکشمی بائی کے نوکر نہیں ہو۔

نرسنگھ۔ (جھک کر اور سلام کر کے) شاہزادی! معاف کرو۔ میں نے سخت بیوقوفی کی۔ میں اپنے کام سے خود واقف نہیں۔ اگر انگریز

مجھے زندہ رہنے دیں گے تو میرے دل میں ہمیشہ یہی ہوس رہیگی کہ وہ کونسا دن ہوگا کہ سُرخ جھنڈا لہرائے اور لوگ رانی کی جے کے نعرے لگائیں (یہ کہہ کر باہر جاتا ہے)

{نرسنگھ جب اپنی تقریر ختم کرتا ہے توپ کے گولے کی آواز آتی ہے، اس آواز کے بعد پھر آواز آتی ہے توپیں چلنے لگتی ہیں اور بیچ بیچ میں بندوق کی آواز آتی ہے۔ گنگا بائی بالاخانہ پر دوڑتی ہے اور راؤ آپا اننت کی رکا ہاتھ پکڑ تا ہے۔ نرسنگھ دربار چھوڑتا ہے اور رانی بالاخانہ کی سمت روانہ ہوتی ہے جہاں سے ایک سُرخ جھلک دکھائی دیتی ہے۔}

رانی۔ (بالاخانہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے) یہ انگریز ہی ہوں گے۔ اُنہوں نے پھُرتی کی مگر لکشمی بائی کو گرفتار کرنا مشکل ہے۔ عزیزو جلدی کرو۔ چلو قلعہ میں اور وہاں سے گھوڑوں پر کالپی روانہ ہو جائیں۔ ہم کو

دیواریں پھاندنا پڑینگی اور راستہ کاٹ کر بنانا ہوگا۔ لیکن حملہ کی گھبراہٹ میں ہم کو بھاگ جانے کا کافی موقعہ مل جائیگا۔ جلدی کرو ایک لمحہ ضائع کرنے کا موقع نہیں ہے۔

[گنگا بائی کمرہ میں واپس آتی ہے اور ماؤ آپا انند راؤ کو لے کر کمرہ سے بھاگتے ہیں۔ رانی پیچھے روانہ ہوتی ہے۔ دروازہ پر پہنچکر حسرت کی نگاہ کمرہ پر ڈالتی ہے اور پھر ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتی ہوئی باہر نکل جاتی ہے]

تیسرا منظر

کوٹا کی سرائے کا ایک باغ۔ شہر گوالیار کے قریب

ایک قافلہ، وقت غروب آفتاب، تاریخ ۱۸ جون

۱۸۵۸ء۔ برٹش افواج کا تانتیا ٹوپی اور رانی

جھانسی سے جو دونوں تھوڑے عرصہ کے لئے گوالیار

کے مالک بن گئے ہیں مقابلہ، مہاراجہ سندھیا نے

اُس موقعہ پر اپنی سلطنت سے دست برداری

کر لی ہے۔ رانی اپنی وردی میں ہے۔ اس کے

بائیں ہاتھ میں گولی کا زخم ہے اور سر پر تلوار

کا، اس کے وفادار رفقاء گنگا بابا اور راؤ آپا

تیمار داری کر رہے ہیں۔ گنگا بائی بھی مردانہ
وردی میں ہے اور سخت غمزدہ ہے اُس کی
گود میں رانی کا سر ہے۔ اُس کے زخم کو دھو
رہی ہے اور تر کر رہی ہے۔ پانی باغبان نے
ایک مٹی کے برتن میں لا کر دیا ہے۔ راؤ آیا ایک
جانب کھڑا آنسو بہا رہا ہے۔ اُس کا بھی جنگ
میں ایک بازو کٹ گیا ہے اور بہت ہی مضطر
اور پژمردہ ہو گیا ہے۔ رانی کو ایک گوے پر
لٹا دیا گیا ہے اور وہ بیہوش ہے۔ وُہ حرکت
کرتی ہے اور کسی قدر ہوش میں آتی ہے اور غیر مسلسل
تقریر کرتی ہے۔

رانی۔ (آنکھ بند رکھ کر) تانتیا صاحب کیوں حملہ نہیں کرتے میں ہم ہمیشہ
انگریزوں کو ابتدا کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ ہم کو خود حملہ کرنا

چلا ہے۔ (ٹھہر جاتی ہے) انند! (پھر زور سے کہتی ہے) انند! (پھر ٹھہر کر اور زور سے کہتی ہے) آنند!

[رانی بیٹھ جاتی ہے اور چاروں طرف دیکھتی ہے پھر تکلیف سے بے تاب ہو کر بائیں جانب ہاتھ رکھ کر آہستہ سے آہ بھرتی ہوئی گدے پر گر پڑتی ہے۔ گنگا بائی اس کا سر زمین سے ہاتھ پر لے لیتی ہے۔]

رانی۔ (کراہ کر) گنگا بائی! ہم کھو گئے! کھو گئے! شیو جی نے ہم کو چھوڑ دیا۔ مہاراجہ سندھیا صحیح کہتے تھے۔ ہم جب لڑتے ہیں تیچھے ہٹا دیئے جاتے ہیں۔ میرا باپ جا چکا ہے۔ آنند بھی گیا۔ میں بھی اب جاتی ہوں۔ اُن کی طاقت کا بھید بڑی توپوں اور اُن کی تنظیم میں ہے۔

[خاموشی طاری ہو جاتی ہے۔ راؤ آپا اور گنگا بائی]

[کی پریشانی بڑھ جاتی ہے۔ یکایک رانی بیٹھ
جاتی ہے اور پوری کوشش کرتی ہے کہ دوبارہ
طاقت عود کرے۔ راؤ آپا سے کچھ کہنا چاہتی ہے
راؤ آپا سر جھکا لیتا ہے۔]

رانی ۔ صوبے دار صاحب! میں آخری پیغام تمہارے ہاتھ تانتیا
کو بھیجتی ہوں۔ جاؤ اور اُسے ڈھونڈھ کر کہہ دو کہ انگریز کوٹ کی
سرائے کی طرف کمزور ہیں۔ اُنھوں نے ہم کو بے شک ہمارے
آدمیوں کی بُزدلی کی وجہ سے شکست دے دی ہے اور اگر
وُہ اِدھر حملہ کریں تو سیپری تک کے مالک ہو جاویں گے اور
اس طرح مغرب کی طرف سے مرہٹہ راج میں داخل ہو جائیں گے
لکشمی بائی کا آخری سلام کہنا اور کہنا کہ میں حکم دیتی ہوں کہ جلد
حملہ کردیں ورنہ دیر ہو جائیگی اور پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ جلد! جلد!!
تم اپنی وفادارانہ کارگزاریوں کے لئے دائمی نیک نامی کے مستحق

ہو گئے۔

[رانی تھک کر گر پڑتی ہے اور راؤ آپا زار و قطار رو کر زمین پر تعظیماً گر پڑتا ہے۔ پھر وہ اُٹھتا ہے اور جھک کر رانی کے پاؤں چھوتا ہے اور ہاتھ پیشانی تک اُٹھاتا ہے۔ بالآخر اپنا سر جھکاتا ہے اور باغ سے باہر جاتا ہے۔ ذرا دیر کی خاموشی کے بعد رانی پھر کسی قدر ہوش میں آجاتی ہے۔]

رانی۔ (آہستہ اور محبت کے ساتھ) انند! انند! جاؤ اور اپنی کتاب پڑھو۔ بیٹے! آج تم نے تلوار کی مشق خوب کی۔ ڈلہوزی صاحب نے جو کہا تھا اُس کو یاد رکھنا۔

[یکایک وہ بیٹھ جاتی ہے اور چلّا اُٹھتی ہے کمار انند کی جے۔ اور پھر گنگا بائی کی گود میں جان بحق تسلیم ہو جاتی ہے۔]

جھانسی کی رانی

رانی کی لاش کوٹہ سرائے کے باغ میں پڑی ہے
گنگا بائی اس کے قدموں پر رو رہی ہے۔ برٹش
حکام چاروں طرف خاموش کھڑے ہیں۔ جنرل روز
اندر آتا ہے اور یکایک لاش کے سامنے ٹھہر جاتا
ہے اور کچھ لمحوں تک بغور لاش کو دیکھتا ہے اور سیدھا
کھڑا ہو کر اپنی تلوار میان سے کھینچ لیتا ہے اور رانی
کو سلام کرتا ہے اور دوسرے افسران بھی اسلحہ کی
سلامی دیتے ہیں۔

۱۹۳۵ء